

# اسلام کی حقیقت


حضرت مولانا منظور یوسف صاحب مدظلہ العالی

سابق استاذ جامعہ فاروقیہ

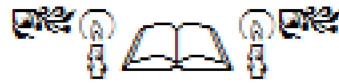


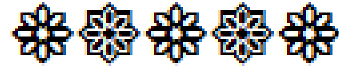

# اسلام کی حقیقت

حضرت مولانا منظور یوسف صاحب مدظلہ العالی
سابق استاذ جامعہ فاروقیہ کراچی

مکتبہ فکرِ آخرت

# فہرستِ مضامین





بسم اللہ الرحمن الرحیم

# اسلام کی حقیقت

## اسلام کا اصل معنی

اسلام کے اصل معنی ہیں اپنے کو کسی کے سپرد کردینا، اور بالکل اسی کے تابع فرمان ہو جانا، اور اللہ کے بھیجے ہوئے اور اس کے رسولوں کے لائے ہوئے دین کا امام اسلام اسی لئے ہے کہ اس میں بندہ اپنے آپ کو بالکل مولا کے سپرد کردیتا ہے، اور اس کی مکمل اطاعت کو اپنا دستور زندگی قرار دے لیتا ہے، اور یہی ہے اصل حقیقت دین اسلام کی، اور اسی کا مطالبہ ہے ہم سے فرمایا گیا:

﴿فَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوْا﴾(۱)

"تمہارا اللہ وہی الٰہ واحد ہے، لہٰذا تم اسی کے مسلم یعنی مطیع ہو جاؤ"

اور اسی اسلام کے متعلق فرمایا گیا ہے:

﴿وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيناً فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾

"جس نے اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کرنا چاہا تو وہ ہرگز قبول نہ ہوگا،

اور وہ آدمی آخرت میں بڑے گھاٹے اور ٹوٹے والوں میں سے ہوگا" (۲)

بہر حال اسلام کی اصل روح اور حقیقت یہی ہے کہ بندہ اپنے کو کلی طور پر اللہ کے سپرد کردے اور ہر پہلو سے اس کا مطیع فرمان بن جائے۔

پھر انبیاء علیہم السلام کی لائی ہوئی شریعتوں میں اس اسلام کے لئے کچھ مخصوص

---

(۱) سورۃ الحج: ۳۴۔ (۲) سورۃ آل عمران: ۸۵۔

ارکان بھی ہوتے ہیں جن کی حیثیت اس حقیقت اسلام کے پیکر محسوس کی سی ہوتی ہو، اور اس حقیقت کا نشو ونما اور اس کی تازگی بھی انہی سے ہوتی ہے، اور وہ صرف تعبدی امور ہوتے ہیں ، اور ظاہری نظر انہی ارکان کے ذریعہ فرق وامتیاز کرتی ہے، ان لوگوں کے درمیان جنھوں نے اپنا دستور حیات اسلام کو بنایا ہے، اور ان کے درمیان جنھوں نے نہیں بنایا۔

تو خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفی ﷺ کے ذریعہ اللہ تعالی کی طرف سے اسلام کا جو آخری اور مکمل دستور ہمارے پاس آیا ہے اس میں توحید خداوندی اور رسالت محمدی کی شہادت ـــــ نماز ـــــ زکوۃ ـــــ روزہ ـــــ اور حج بیت اللہ کو ارکان اسلام قرار دیا گیا ہے۔

## ارکان اسلام

”عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ : شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَأَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ ، وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ“ (۲)

”حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر قائم کی گئی ہے، ایک اس حقیقت کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں، اور محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں دوسرے نماز قائم کرنا، تیسرے زکوۃ ادا کرنا، چوتھے حج کرنا، پانچویں رمضان کے روزے رکھنا۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے استعارہ کے طور پر اسلام کو ایک ایسی عمارت

---

(۱) الصحیح لمسلم، کتاب الایمان، باب ارکان الاسلام، رقم الحدیث ۲۱، ص: ۲۹.

سے تشبیہ دی ہے، جو چند ستونوں پر قائم ہو، اور بتلایا ہے کہ یہ عمارت اسلام ان پانچ ستونوں پر قائم ہے، لہذا کسی مسلمان کے لئے اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ وہ ان ارکان کے ادا کرنے اور قائم کرنے میں غفلت کرے، کیونکہ یہ اسلام کے بنیادی ستون ہیں، واضح رہے کہ اسلام کے فرائض ان ارکان خمسہ ہی میں منحصر نہیں ہیں، بلکہ ان کے علاوہ اور بھی ہیں، مثلاً: جہاد فی سبیل اللہ، اُمر بالمعروف اور نہی عن المنکر وغیرہ، لیکن جو اہمیت اور جو خصوصیت ان پانچ کو حاصل ہے، وہ چونکہ اوروں میں نہیں ہے، اس لئے اسلام کا رکن صرف ان ہی کو قرار دیا گیا ہے، اور وہ خصوصیت واہمیت وہی ہے کہ یہ ارکان خمسہ اسلام کے لئے بمنزلہ پیکر محسوس کے ہیں، نیز یہی وہ خاص تعبدی، امور ہیں جو بالذات مطلوب ومقصود ہیں، اور ان کی فرضیت کسی عارض کی وجہ سے، اور کسی خاص حالت سے وابستہ نہیں ہے، بلکہ یہ مستقل اور دوامی فرائض ہیں، بخلاف جہاد اور امر بالمعروف کے، کہ ان کی یہ حیثیت نہیں ہے، اور وہ خاص حالات میں، اور خاص موقعوں پر فرض ہوتے ہیں۔

## جنت کی بشارت

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم کو ممانعت کردی گئی تھی کہ رسول اللہ ﷺ سے بلا خاص ضرورت کے کچھ پوچھیں، تو ہم کو اس بات سے خوشی ہوتی تھی کہ کوئی سمجھدار بدوی حضرت ﷺ کی خدمت میں آئے، اور آپ سے کچھ پوچھے، اور ہم سنیں، تو ان ہی ایام میں ایک بدوی خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوا، اور عرض کیا: اے محمد ﷺ! تمہارا قاصد (یا مبلغ) ہمارے پاس پہنچا تھا، اس نے ہم سے بیان کیا کہ تمہارا کہنا ہے کہ اللہ نے

تم کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے؟ حضورﷺ نے فرمایا: اس نے تم سے ٹھیک کہا، اس کے بعد اس بدوی نے کہا تو بتلاؤ کہ آسمان کس نے بنایا ہے؟ آپﷺ نے فرمایا، اللہ نے اس نے کہا زمین پر یہ پہاڑ کس نے کھڑے کیے ہیں، اور ان پہاڑوں میں اور جو کچھ بنا ہے وہ کس نے بنایا ہے؟ آپﷺ نے فرمایا: اللہ نے ،اس کے بعد اس بدوی سائل نے آپﷺ سے کہا: پس قسم ہے اس ذات کی جس نے آسمان بنایا، زمین بنائی، اور اس پر پہاڑ نصب کیے کیا اللہ ہی نے تم کو بھیجا ہے؟ آپﷺ نے فرمایا: بیشک مجھے اللہ ہی نے بھیجا ہے، پھر اس نے کہا: تمہارے اس قاصد نے ہم سے یہ بھی بیان کیا تھا کہ ہم پر دن رات میں پانچ نمازیں بھی فرض ہیں؟ حضورﷺ نے فرمایا: یہ بھی اس نے تم سے ٹھیک کہا، اس بدوی نے کہا: تو قسم ہے آپ کے بھیجنے والے کی، کیا اللہ نے ہی آپ کو ان نمازوں کا بھی حکم کیا ہے؟ آپﷺ نے فرمایا: ہاں! یہ اللہ ہی کا حکم ہے، پھر بدوی نے کہا: اور آپ کے قاصد نے بیان کیا تھا کہ ہمارے مالوں میں زکوۃ بھی مقرر کی گئی ہے؟ آپﷺ نے فرمایا: یہ بھی اس نے تم سے سچ کہا، اعرابی نے کہا : تو قسم ہے آپ کو بھیجنے والے کی، کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم کیا ہے؟ آپﷺ نے فرمایا: ہاں! یہ بھی اللہ ہی کا حکم ہے، پھر اس اعرابی نے کہا کہ: آپﷺ کے قاصد نے بیان کیا تھا کہ سال میں ماہ رمضان کے روزے بھی ہم پر فرض ہوئے ہیں؟ آپﷺ نے فرمایا: یہ بھی اس نے سچ کہا، اعرابی نے عرض کیا تو قسم آپ کے بھیجنے والے کی، کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ آپﷺ نے فرمایا:

ہاں! یہ بھی اللہ ہی کا حکم ہے، اس کے بعد اعرابی نے کہا: اور آپ ﷺ کے قاصد نے ہم سے یہ بھی بیان کیا کہ ہم میں سے جو حج کے لئے مکہ پہونچنے کی استطاعت رکھتا ہو، اس پر بیت اللہ کا حج بھی فرض ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، یہ بھی اس نے سچ کہا، (رواوی کا بیان ہے کہ) یہ سوال و جواب ختم کر کے وہ اعرابی چل دیا، ارو چلتے ہوئے اس نے کہا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میں ان میں نہ کوئی زیادتی کروں گا، اور نہ کوئی کمی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ صادق ہے تو ضرور جنت میں جائے گا"۔

## صحابہ کرامؓ کو سوال کرنے سے کیوں روکا گیا؟

شروع حدیث میں سوال کی ممانعت کا جو ذکر آیا ہے، اس کا اشارہ قرآن پاک کی آیت:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ (۱)

"اے ایمان والو! مختلف اشیاء کے بارے میں سوال مت کرو کیونکہ اگر وہ تمہارے ظاہر کردی جائیں تو تمھیں برا لگیں گی"

کی طرف ہے، بات یہ ہے کہ نئے نئے سوالات کرنا انسان کی فطرت ہے، لیکن اس عادت کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طبائع کا رجحان موشگافیوں ہی کی طرف زیادہ بڑھ جاتا ہے، اور ان میں باتوں کی کھود کرید زیادہ پیدا ہو جاتی ہے، اور عمل اسی نسبت سے کم، نیز اس میں وقت بھی ضائع ہوتا ہے، اور بالخصوص پیغمبر وقت سے زیادہ سوال کرنے میں ایک خرابی یہ بھی ہوتی ہے کہ اس کی جانب سے جواب ملنے کے بعد امت کی پابندیوں

---

(۱) سورۃ المائدۃ:۱۰۱۔

میں اضافہ ہوجاتا ہے، غرض ان ہی وجوہ سے غیر ضروری سوالات کرنے کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی ممانعت فرمادی گئی تھی جس کے بعد وہ بہت ہی کم سوال کرتے تھے، اوراس کے آرزومند رہا کرتے تھے کہ کوئی بدوی آئے اور وہ آپ ﷺ سے کچھ پوچھے تو ہم کو بھی کچھ سننے کومل جائے، کیونکہ بیچارے بدویوں کے لئے حضور ﷺ کے یہاں بڑی وسعت تھی اور اسی حدیث کی ایک روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی کی یہ تصریح بھی اس بارے میں مروی ہے کہ بدوی آپ کے یہاں سوالات میں بڑے جری تھے اور جو چاہتے تھے بے دھڑک پوچھتے تھے۔

صحیح بخاری کی اسی حدیث کی روایت میں ہے کہ آخر میں چلتے ہوئے سائل نے یہ بھی بتلایا کہ میں قبیلۂ بنی سعد بن بکر کا ایک فرد ہوں، میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے، اور میں اپنی قوم کی طرف سے نمائندہ ہوکر آیا ہوں۔

نیز بخاری ہی کی روایت میں ہے کہ انھوں نے آکر پہلے ہی آنحضرت ﷺ سے عرض کردیا تھا کہ:

"إِنِّيْ سَائِلُكَ فَمُشَدِّدٌ عَلَيْكَ فِيْ الْمَسْئَلَةِ فَلَا تَجِدْ عَلَيَّ فِيْ نَفْسِكَ فَقَالَ سَلْ عَمَّا بَدَالَكَ" (۱)

''میں آپ سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں، مگر سوال میں میرا رویہ سخت ہوگا تو آپ ﷺ مجھ پر خفا نہ ہوں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ پوچھو جو تمہارے جی میں آئے''۔

اس کے بعد وہ سوال وجواب ہوئے جو اوپر ذکر ہوچکے ہیں۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب ماجاء فی العلم، رقم الحدیث ۶۱۔

اس سائل نے چلتے ہوئے آخر میں قسم کھا کر جو یہ کہا کہ:

"لَا أَزِيْدُ عَلَيْهِنَّ وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُنَّ" (۱)

"کہ میں ان میں کوئی کمی بیشی نہیں کروں گا"۔

تو غالبا اس سے اس کا مطلب یہی تھا کہ میں آپ کی اس تعلیم وہدایت کا پورا پورا اتباع کروں گا، اور اپنی طبیعت اور اپنے جی سے اس میں کوئی زیادتی کمی نہیں کروں گا، اور دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ میں آپ کا پیغام جوں کا توں ہی اپنی قوم کو پہنچاؤں گا، اور اپنی طرف سے اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کروں گا۔

## عمرو بن عاص کا اسلام لانا

"حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالی نے اسلام لانے کا خیال میرے دل میں ڈالا تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میں نے عرض کیا، اپنا ہاتھ بڑھایئے تا کہ میں آپ سے بیعت کروں، پس آپ نے اپنا داہنا ہاتھ آگے کر دیا، پس میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا تو آپ نے فرمایا: عمرو! تمھیں کیا ہوا؟ یعنی تم نے اپنا ہاتھ کیوں کھینچ لیا؟ میں نے عرض کیا: میں ایک شرط لگانا چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا: تم کیا شرط لگانا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: یہ کہ میری خطائیں بخش دی جائیں، آپ نے ارشاد فرمایا: اے عمرو! کیا تمھیں یہ معلوم نہیں ہے کہ اسلام قبول کرنا پہلے سب گناہوں کو ڈھا دیتا ہے، اور ہجرت بھی پہلے گناہوں کو ختم کر دیتی ہے، اور حج بھی پہلے گناہوں کو زائل کر دیتا ہے"۔

---

(۱) الصحیح لمسلم، کتاب الایمان، باب السؤال عن ارکان الاسلام، رقم الحدیث: ۱۳۰.

آنحضرت ﷺ نے گناہوں کی مغفرت کے بارے میں اسلام کے علاوہ ہجرۃ اور حج کی تاثیر کا ذکر اس موقع پر یہ ظاہر کرنے کے لئے فرمایا کہ اسلام تو اسلام، اس کے بعض اعمال میں بھی گناہوں سے پاک صاف کردینے کی خاصیت ہے، لیکن دو باتیں یہاں خاص طور پر قابل لحاظ ہیں، ایک یہ کہ اسلام لانے اور ہجرت یا حج کرنے کی یہ تاثیر اس صورت میں ہے، جبکہ یہ کام صدق نیت اور اخلاص کے ساتھ کئے جائیں، دوسرے یہ کہ دلائل شرعیہ سے یہ بات اپنی جگہ ثابت شدہ ہے کہ اگر کسی کے ذمے اللہ کے بندوں کے حقوق ہیں، خصوصاً مالی حقوق تو اسلام یا ہجرۃ یا حج سے وہ معاف نہیں ہوتے، ان کا معاملہ حقداروں ہی سے صاف کرنا ضروری ہے۔

کفر و شرک کی زندگی سے تائب ہو کر اسلام قبول کرنے والوں کے پچھلے گناہوں کی معافی کا وعدہ قرآن مجید میں بھی کیا گیا ہے، ارشاد ہے:

﴿قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ﴾ (۱)

''اے رسول! ان لوگوں سے کہہ دیجئے جنھوں نے کفر کا ارتکاب کیا ہے کہ اگر وہ باز آ جائیں تو ان کے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے''۔

## اسلام میں نیکی کا اجر

ایک دوسری حدیث میں ہے:

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ: جب بندہ اسلام قبول کرلیتا ہے اور اس کا اسلام اچھا ہوتا ہے تو جو برائیاں اس نے پہلے کی ہوتی ہیں، اللہ اسلام کی برکت

(۱) سورۃ الأنفال: ۳۸.

سے ان سب کو معاف کر دیتا ہے، اور اس کے بعد اس کی نیکیوں اور بدیوں کا حساب یہ رہتا ہے کہ ایک نیکی پر دس گنے سے لے کر سات سو گنے تک ثواب دیا جاتا ہے، اور برائی کرنے پر وہ اسی ایک برائی کی سزا کا مستحق ہوتا ہے، اِلا یہ کہ اللہ تعالی اس سے بھی درگزر فرمائے اور معاف ہی فرمادے"۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے دین اسلام کو اپنا دین بنانے سے اور مسلمان ہو جانے سے پچھلے گناہ معاف ہونے کی یہ شرط ہے کہ اسلام کا حسن بھی زندگی میں آجائے یعنی اس کا قلب و باطن نورِ اسلام سے منور، اور قالب وظاہر اللہ تعالی کی اطاعت وفرمانبرداری سے مزین اور آراستہ ہوجائے، "فحسن إسلامه" کا یہی مطلب ہے، پس اگر کسی شخص کی زندگی اسلام میں آجانے کے بعد بھی نورِ اسلام اور اسلام کے حسن سے خالی رہی، اور اس کے ظاہر و باطن پر اسلام کا رنگ نہیں چڑھا تو پچھلے سب گناہوں سے معافی کا یہ اعلان اس کے لئے نہیں ہے۔

اسی طرح یہ بھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک نیکی کا ثواب دس گنے سے سات سو گنے تک دیئے جانے کا انعامی قانون بھی انہی بندوں کے لئے ہے جنھوں نے اسلام کا کچھ حسن اپنے اندر پیدا کرلیا ہو، اور اس حسن کی کمی بیشی کے حساب سے ہی نیکیوں کا ثواب دس گنے سے سات سو گنے تک ملے گا۔

## اسلام کی خاطر ابوذرؓ کا تکالیف کو برداشت کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی بعثت کی خبر ہوئی تو انہوں نے اپنے بھائی سے کہا تم اس وادی مکہ کو جاؤ اور جو

آدمی یہ کہتا ہے کہ وہ نبی ہے اوراس کے پاس آسمان سے خبر آتی ہے اس کے حالات معلوم کرو ،اس کی باتیں سنو اور پھر مجھے آ کر بتاؤ، چنانچہ ان کے بھائی مکہ حضورﷺ کی خدمت میں گئے ،آپ کی باتیں سنیں ،پھر حضرت ابو ذر کو واپس آ کر بتایا کہ میں نے انہیں دیکھا کہ وہ عمدہ اخلاق اختیار کرنے کا حکم دے رہے تھے اور انہوں نے ایسا کلام سنایا جو شعر نہیں تھا ،حضرت ابو ذر نے کہا تمہاری باتوں سے میری تسلی نہیں ہوئی جو میں معلوم کرنا چاہتا تھا وہ مجھے معلوم نہ ہو سکا، چنانچہ انہوں نے زادِ سفر لیا اور پانی کا مشکیزہ بھی سواری پر رکھا اور چل پڑے یہاں تک کہ مکہ پہنچ گئے اور مسجد حرام میں آ کر حضورﷺ کو تلاش کرنے لگے، یہ حضورﷺ کو پہچانتے نہیں تھے اور لوگوں سے حضورﷺ کے بارے میں پوچھنا انہوں نے حالات کی وجہ سے مناسب نہ سمجھا، یہاں تک کہ رات آ گئی تو وہیں لیٹ گئے۔

## حضرت ابو ذرؓ مہمان اور حضرت علیؓ میزبان

تو ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا اور وہ سمجھ گئے کہ یہ پردیسی مسافر ہیں ،حضرت ابو ذر حضرت علی کو دیکھ کر ان کے پیچھے ہو لئے حضرت علی نے ان کی میزبانی کی لیکن دونوں میں سے کسی نے دوسرے سے کچھ نہ پوچھا اور یونہی صبح ہو گئی ،وہ اپنا مشکیزہ اور زادِ سفر لے کر پھر مسجد حرام آ گئے اور سارا دن وہاں ہی رہے، حضورﷺ نے ان کو نہ دیکھا یہاں تک کہ شام ہو گئی، یہ اپنے لیٹنے کی جگہ واپس آئے ،حضرت علی کا ان کے پاس سے گزر ہوا ،انہوں نے کہا کیا اس آدمی کے لئے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ اپنا ٹھکانہ جان لے؟ حضرت علی نے ان کو اٹھایا اور ان کو اپنے ساتھ لے گئے لیکن دونوں میں سے کسی نے بھی دوسرے سے کچھ نہ پوچھا یہاں تک کہ تیسرا دن ہو گیا اور حضرت علی نے پہلے دن کی طرح کیا اور یہ ان کے ساتھ چلے

گئے پھر حضرت علی نے ان سے کہا کیا تم مجھے بتاتے نہیں ہو کہ تم یہاں کس لئے آئے ہو؟ حضرت ابو ذر نے کہا کہ میں اس شرط پر بتاؤں گا کہ تم مجھے عہد و پیان دو کہ تم مجھے ٹھیک بتاؤ گے۔حضرت علی نے وعدہ فرمایا تو حضرت ابو ذر نے ان کو پنے آنے کا مقصد بتایا، حضرت علی نے کہا کہ یہ بات حق ہے اور وہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ ہیں جب صبح ہو تو تم میرے پیچھے چلنا، اگر میں ایسی کوئی چیز دیکھوں جس سے مجھے تمہارے بارے میں خطرہ ہوگا تو میں پیشاب کرنے کے بہانے رک جاؤں تم چلتے رہنا اگر میں چلتا رہا تو تم میرے پیچھے چلتے رہنا اور جس گھر میں میں داخل ہوں اس میں تم بھی داخل ہو جانا، چنانچہ ایسے ہی ہوا یہ حضرت علی کے پیچھے چلتے رہے یہاں تک کہ حضرت علی حوضر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے، اور یہ بھی ان کے ساتھ حاضر خدمت ہو گئے، انھوے نے حضو ﷺ کی بات سنی اور اسی جگہ مسلمان ہو گئے، حضو ﷺ نے ان سے فرمایا اپنی قوم کے پاس واپس چلے جاؤ اور انہیں ساری بات بتاؤ، اور تم وہاں ہی رہو یہاں تک کہ میں تمہیں حکم بھیجوں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں اس کلمہ تو حید کا کافروں کے بیچ میں پورے زور سے اعلان کروں گا، چنانچہ وہاں سے چل کر مسجد حرام آئے اور بلند آواز سے پکار کر کہا:

"أَشْهَدُ أَنَّ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ"

یہ سن کر مشرکین کھڑے ہوئے اور ان کو تنا مارا کہ ان کو لٹا دیا، اتنے میں حضرت عباس آگئے اور وہ ان کو بچانے کے لئے ان پر لیٹ گئے اور انہوں نے کہا تمہارا ناس ہو کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ یہ قبیلہ غفار کا آدمی ہے اور ملک شام کا تمہارا تجارتی راستہ اسی قبیلہ کے پاس سے گزرتا ہے اور حضرت عباس نے انکو کافروں سے چھڑا لیا، اگلے دن حضرت ابو

ذر نے پھر ویسے ہی کیا، چنانچہ پھر کافروں نے ان پر حملہ کیا اور ان کو مارا، اور پھر حضرت عباس بچانے کے لئے ان پر لیٹ گئے۔

## مصعب بن عمیرؓ کا واقعہ

### ابتدائی حالات

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ مکہ کے ایک نہایت حسین وخوشرو نوجوان تھے، ان کے والدین ان سے نہایت شدید محبت رکھتے تھے، خصوصاً ان کی والدہ خناس بنت مالک نے مالدار ہونے کی وجہ سے اپنے لخت جگر کو نہایت ناز و نعمت سے پالا تھا، چنانچہ وہ عمدہ سے عمدہ پوشاک اور لطیف سے لطیف خوشبو جو اس زمانہ میں میسر آسکتی تھی استعمال فرماتے تھے، آنحضرت ﷺ کبھی ان کا تذکرہ کرتے تو فرماتے مکہ میں مصعب رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی حسین، خوش پوشاک اور پروردہ نعمت نہیں ہے۔

### حضرت مصعب بن عمیرؓ کا اسلام لانا

خدائے پاک نے حسن ظاہری، سلامت ذوق اور طبع لطیف کے ساتھ آئینہ دل کو بھی نہایت شفاف بنایا تھا، صرف ایک عکس کی دیر تھی کہ توحید کے دلربا خط وخال نے شرک سے متنفر کر دیا اور آستانہ نبوت پر حاضر ہو کر اس کے شیدائیوں میں داخل ہو گئے، یہ وہ زمانہ تھا کہ آنحضرت ﷺ ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہ کے مکان میں پناہ گزین تھے اور مسلمانوں پر مکہ کی سرزمین تنگ ہو رہی تھی، اس بنا پر حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے ایک عرصہ تک اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا اور چھپ چھپ کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے، لیکن ایک روز اتفاقاً عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھتے دیکھ لیا اور ان کی ماں اور خاندان

والوں کوخبر کردی، انہوں نے سناتو محبت نفرت سے مبدل ہوگئی اور مجرم توحید کے لئے شرک کی عدالت نے قید تنہائی کا فیصلہ سنایا۔

## ہجرت حبشہ

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ ایک عرصہ تک قید کے مصائب برداشت کرتے رہے، لیکن زندان خانہ کی تلخ زندگی نے بالآخر ترک وطن پر مجبور کردیا، اور متلاشیان امن وسکون کے ساتھ سرزمین حبش کی راہ لی، اس ناز پروردہ نوجوان کو اب نہ تو نرم ونازک کپڑوں کی حاجت تھی، نہ نشاط افزا عطریات کا شوق اور نہ دنیاوی عیش وتنعم کی فکر تھی، صرف جلوۂ توحید کے ایک نظارہ نے تمام فانی سازوسامان سے بے نیاز کردیا، غرض ایک مدت کے بعد حبش سے پھر مکہ واپس آئے ہجرت کے مصائب سے رنگ وروپ باقی نہ رہا تھا تو خود ان کی ماں کو اپنے نورنظر کی پریشان حالی پر رحم آگیا اور مظالم کے اعادہ سے باز آگئی۔

## حضرت مصعب کا داعی اسلام ہونا

اس اثناء میں خورشید اسلام کی ضیا پاش شعاعیں کوہ فاران کی چوٹیوں سے گزرکر وادئ یثرب تک پہنچ چکی تھیں اور مدینہ منورہ کے ایک معزز طبقہ نے اسلام قبول کرلیا تھا انہوں نے دربار نبوت میں درخواست بھیجی کہ ہماری تعلیم وتلقین پر کسی کو مامور فرمایا جائے، حضرت سرورکائنات ﷺ کی نگاہ جوہر شناس نے اس خدمت کے لئے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ کو منتخب کیا اور چند زریں نصائح کے بعد مدینہ منورہ کی طرف روانہ فرمایا۔

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچ کر حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر فروکش ہوئے اور گھر گھر پھر کر تعلیم قرآن واشاعت اسلام کی خدمت انجام دیتے

گئے اس طرح رفتہ رفتہ جب کلمہ گویوں کی ایک جماعت پیدا ہوگئی تو نماز وتلاوت قرآن کے لئے کبھی حضرت اسعد رضی اللہ عنہ کے مکان پر اور کبھی بنی ظفر کے گھر پر سب کو جمع کیا کرتے تھے، ایک روز حضرت مصعب رضی اللہ عنہ حسب معمول بنی ظفر کے گھر میں چند مسلمانوں کو تعلیم دے رہے تھے کہ قبیلہ عبدالاشہل کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنے رفیق حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے کہا اس داعی اسلام کو اپنے محلّہ سے نکال دو، جو یہاں آکر ہمارے ضعیف الاعتقاد اشخاص کو گمراہ کرتا ہے، اگر اسعد میزبان حضرت مصعب رضی اللہ عنہ سے مجھ کو رشتہ داری کا تعلق نہ ہوتا تو میں تم کو اس کی تکلیف نہ دیتا؟ یہ سن کر حضرت اسید رضی اللہ نے نیزہ اٹھایا اور حضرت مصعب واسعد رضی اللہ عنہما کے پاس اگر خشم آلود لہجہ میں کہا تمیں یہاں کس نے بلایا ہے کہ ضعیف رائے والوں کو گمراہ کرو؟ اگر تم کو اپنی جانیں عزیز ہیں تو بہتر یہ ہے کہ ابھی یہاں سے چلے او، حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے نرمی سے جواب دیا: بیٹھ کر ہماری باتیں سنو، اگر پسند آئے قبول کرو ورنہ ہم خود چلے جائیں گے

## حضرت اسید کا قبولِ اسلام

حضرت اسید رضی اللہ عنہ نیزہ گاڑ کر بیٹھ گئے اور غور سے سننے لگے، حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے چند آیات کریمہ تلاوت کر کے اس خوبی کے ساتھ عقائد ومحاسن اسلام بیان فرمائے کہ تھوڑی ہی دیر میں حضرت اسید رضی اللہ عنہ کا دل نور ایمان سے چمک اٹھا اور بیتاب ہوکر بولے، کیسا اچھا مذہب ہے، کیسی بہتر ہدایت ہے، اس مذہب میں داخل ہونے کا کیا طریقہ ہے، حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا پہلے نہا دھوکر پاک کپڑے پہنو، پھر صدق دل سے "لا الہ إلا اللّٰہ محمد رسول اللہ" کا اقرار کرو، انہوں نے فوراً اس ہدایت کی

تعمیل کی اور کلمہ پڑھ لیا۔

## حضرت سعد بن معاذؓ کا اسلام لانا

حضرت سعد کو اس خبر کی اطلاع ہوئی کہ مدینہ میں کوئی شخص آیا ہے اور ہمارے خاندان والوں کو نئی نئی باتیں سکھاتا ہے تو وہ حضرت اسعدؓ کے گھر آئے، جہاں حضرت مصعب ٹھہرے ہوئے تھے اور حضرت اسعدؓ سے سخت لہجہ میں بولے: ابوامامہ خدا کی قسم اگر رشتہ داری کا پاس نہ ہوتا تو میں تمہارے ساتھ نہایت سختی کے ساتھ پیش آتا، تمہیں کیونکر ہمارے محلّہ میں علانیہ ایسے عقائد پھیلانے کی ہمت ہوئی جس کو ہم سخت ناپسند کرتے ہیں، حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نرمی سے جواب دیا کہ پہلے ہماری باتیں سنو، اگر پسند آئیں تو قبول کرو ورنہ ہم خود تم سے کنارہ کش ہو جائیں گے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس کو منظور کر لیا تو انہوں نے ان کے سامنے بھی اس خوبی سے اسلام کا نقشہ پیش کیا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا چہرہ نور ایمان سے چمک اٹھا، اسی وقت مسلمان ہوئے اور جوش میں بھرے ہوئے اپنے قبیلہ والوں کے پاس آئے اور بہانگ بلند سوال کیا اے بنی اشہل! بتاؤ میں تمہارا کون ہوں؟ انہوں نے کہا تم ہمارے سردار اور ہم سب سے زیادہ عاقل اور عالی نسب ہو، بولے خدا کی قسم تمہارے مردوں اور تمہاری عورتوں سے گفتگو کرنا مجھ پر حرام ہے جب تک تم خدا اور اس کے رسول پر ایمان نہ لاؤ۔

اس طرح عبد الاشہل کا تمام قبیلہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے اثر سے اسلام کا حلقہ بگوش ہو گیا۔

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ ایک عرصہ تک حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ

کے مہمان رہے لیکن جب بنی نجار نے ان پر تشدد شروع کیا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے مکان پر آ کر ٹھہرے اور یہیں سے اسلام کی روشنی پھیلاتے رہے، یہاں تک کہ خطمہ، وائل اور واقف کے چند مکانات کے سوا عوالی اور مدینہ کے تمام گھر روشن ہو گئے۔

## مدینہ میں سب سے پہلا جمعہ

مدینہ منورہ میں جب کلمہ گویوں کی ایک معتد بہ جماعت پیدا ہو گئی، تو حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے دربار نبوت سے اجازت حاصل کر کے حضرت سعد بن خثیمہ رضی اللہ عنہ کے مکان میں جماعت کے لئے ایک جگہ بنا ڈالی، پہلے کھڑے ہو کر ایک نہایت موثر خطبہ دیا، پھر خشوع خضوع کے ساتھ نماز پڑھائی اور بعد نماز حاضرین کی ضیافت کے لئے ایک بکری ذبح کی گئی، اس طرح وہ شعار اسلامی جو عبادت الٰہی کے علاوہ ہفتہ میں ایک دفعہ برادران اسلام کو باہم بغل گیر ہونے کا موقع دیتا ہے، خاص حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر رضی اللہ عنہ کی تحریک سے قائم کیا گیا۔

## مشرکین مکہ کا اسلام کی راہ میں روڑے اٹکانا

عتبہ بن ربیعہ ایک تحمل مزاج رئیس تھا وہ ایک روز قریش کی مجلس میں تھا اور رسول اللہ ﷺ تنہا مسجد میں تشریف فرما تھے، تو عتبہ نے حاضرین مجلس سے کہا، کیا میں محمد ﷺ کے پاس جا کر بات چیت کروں اور چند تجاویز ان کے سامنے رکھوں، ممکن ہے کہ وہ ان میں سے کوئی ایک تجویز قبول کر کے اپنے رویہ سے باز آ جائیں، اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے۔

جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو چکے تھے اور مسلمانوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہو رہا تھا، تو حاضرین مجلس نے بھرپور تائید کی اور عتبہ نے رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں

بیٹھ کر کہا: اے بھتیجے! آپ کو معلوم ہے کہ آپ کا خاندان میں کس قدر بلند رتبہ ہے، اور آپ نے ایک سنگین جرم کا ارتکاب کر کے جماعت کو دو ٹکڑے کر دیا ہے اور ان کو احمق اور بے وقوف گردانا ہے اور ان کے دین اور معبودوں پر نکتہ چینی کی ہے اور ان کے آباء واجداد کو کافر قرار دیا ہے، سنئے! میں چند تجاویز پیش کرتا ہوں، ممکن ہے آپ غور کر کے ان میں سے کوئی تجویز قبول فرمائیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں سنتا ہوں تو ابوالولید نے کہا:

> اے برادر زادہ! اگر تمہارا اس طرز عمل سے مقصد مال و دولت جمع کرنا ہے تو ہم اتنا مال جمع کر دیں گے کہ آپ سب سے زیادہ سرمایہ دار ہو جائیں گے، اگر آپ کا اس سے بادشاہ بننے کا مقصد ہو تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیں گے، اگر کوئی جن یا ہمزاد ہے جو آپ کے پاس آتا ہے اور آپ اسے روکنے کی استطاعت نہیں رکھتے تو ہم اس کا علاج دریافت کرتے ہیں اور اسمیں کثیر سرمایہ خرچ کر کے آپ کی صحت بحال کریں گے کیونکہ یہ جن بسا اوقات آدمی پر غالب آجاتا ہے اور علاج معالجہ کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔

## قرآن کریم کا اثر

جب عتبہ بات کر چکا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "فرغت یا أبا الولید" اس نے کہا جی ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا، سنئے اس نے کہا حاضر ہوں، تو رسول اللہ ﷺ نے سورہ حم سجدہ کی تلاوت شروع کی اور عتبہ دونوں ہاتھ اپنے پیچھے زمین پر ٹیک لگائے خاموشی سے سنتا رہا جب آپ ﷺ نے فرمایا "فأنت وذاك" پس تو اور یہ قرآن ہے مانو یا نہ مانو، پھر عتبہ اٹھ کر اپنے احباب کے پاس چلا آیا تو وہ باہمی سرگوشی کرنے لگے، ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ عتبہ کا

چہرہ پہلا سانہیں بلکہ کچھ بدلا بدلا ہے، وہ روبہ اسلام معلوم ہوتا ہے، پھر ارباب مجلس نے پوچھا ، جناب کیا خبر لائے ہو، اس نے کہا میری روداد یہ ہے واللہ ! میں نے نرالا کلام سنا ہے، ایسا کبھی نہیں سنا، واللہ وہ شعر ہے اور نہ کہانت، اے قریش والو! میری بات مانو تو اس کی ذمہ داری مجھ پر ڈال دو، محمد ﷺ کو اپنے حال پر چھوڑ دو اور اس سے الگ تھلگ رہو، واللہ! اس کے فرمودات کی بڑی شان ہوگی اگر عرب نے اس کا کام تمام کر دیا تو تم اس سے سبکدوش اور بری ذمہ ہو جاؤ گے اگر وہ عرب پر غالب آ گیا تو اس کی بادشاہی تمہاری ہی بادشاہی ہے اور اس کی عزت وآبرو تمہاری ہی عزت افزائی ہے، اور تم ہی اس کی بدولت سعادت مند ہو گے، انہوں نے کہا، واللہ! جناب ابوالولید! آپ پر بھی اس کی زبان کا جادو چل گیا ہے تو ابوالولید نے کہا، میری ''مخلصانہ'' رائے تو یہی ہے اب جو دل چاہے کرو۔

## مشرکین مکہ کا چھپ کر قرآن سننا

ابوجہل، ابوسفیان اور اخنس بن شریق گھر سے رات کو رسول اللہ ﷺ سے قرآن سننے کی خاطر نکلے اور رسول اللہ ﷺ گھر میں رات کو دوران نماز بلند آواز سے قرآن پڑھا کرتے تھے، ہر شخص قرآن سننے کے لئے ایک مقام پر بیٹھ گیا اور کسی کو دوسرے کی خبر نہ تھی، رات بھر فجر تک قرآن سنتے رہے، جب صبح صادق طلوع ہوتی تو وہاں سے اٹھ کر چلے آئے اور راستے میں سب اکٹھے ہو گئے۔

اور باہمی ایک دوسرے کو لعن طعن کرتے ہوئے کہنے لگے کہ دوبارہ یہ حرکت سرزد نہیں ہونی چاہئے، اگر کسی بے وقوف نے تمہیں دیکھ لیا تو اس کے دل میں شک وشبہ ڈالنے والے تم ہی ہو گے، یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلے گئے، جب دوسری رات ہوئی تو پھر اپنی اپنی جگہ

پر بیٹھے قرآن سنتے رہے، صبح ہوئی تو وہاں سے اٹھے لیکن پھر اتفاقاً راستہ میں اکٹھے ہو گئے، کل کی طرح طعن وتشنیع کرتے ہوئے اپنے اپنے گھر چلے گئے، جب تیسری رات ہوئی تو پھر اپنے اپنے ٹھکانے پر بیٹھے قرآن سنتے رہے، فجر طلوع ہوئی تو وہاں سے چل دیئے پھر اتفاقاً راستہ میں اکٹھے ہو گئے تو باہم کہنے لگے کہ دوبارہ نہ آنے کا پختہ عہد کر کے ہی ہم یہاں سے جدا ہوں گے، چنانچہ وہ پختہ عہد وپیان کرتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

## مسلمان ہونے کے لئے حضرت سلمان فارسی کا مصائب جھیلنا

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ میں فارس کے ایک ممتاز گھرانے کا فرد ہوں، میرے والد کو دنیا میں سب سے زیادہ مجھ سے محبت تھی۔ یہاں تک کہ انہوں نے مجھے اس طرح گھر میں رہنے پر پابند کر رکھا تھا جیسے کسی کنواری لڑکی کو کیا جاتا ہے۔

میں نے مجوسی یعنی آتش پرستی کے مذہب کا بہت کافی علم حاصل کر لیا تھا یہاں تک کہ میں آگ کا خادم بن گیا ہر وقت آگ کو جلائے رکھتا ہے اور کسی وقت بھی اس کو بجھنے نہیں دیتا مجوسی مذہب کے لوگ آگ کو پوجتے ہیں، ان کی عبادت گاہ کو اگیاری کہتے ہیں جہاں ہر وقت آگ جلتی رہتی ہے، بہت سی اگیاریوں میں سینکڑوں اور ہزاروں سال کی آگ برابر جل رہی ہوتی ہے، ہر اگیاری پر کئی کئی خادم ہوتے ہیں جو اس آگ کو کسی وقت بجھنے نہیں دیتے اور ہر وقت دہکاتے رہتے ہیں، آگ کے اس خادم کو عربی میں قاطن نار کہتے ہیں جس کا مجوسی بہت احترام کرتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد کے پاس

بہت بڑی جائیداد اور زمین تھی، ایک روز وہ کسی تعمیر کے کام میں مشغول تھے جس کی وجہ سے اپنی زمینوں پر نہ جا سکے اس لئے انہوں نے مجھ سے کہا:

بیٹے! آج میں ایک تعمیر کے کام میں مشغول ہو رہا ہوں اس لئے کھیتوں پر تم چلے جاؤ۔

پھر انہوں نے مجھے اس کے متعلق کچھ ہدایتیں دینے کے بعد کہا۔

مگر زیادہ دیر میری نگاہوں سے اوجھل نہ رہنا کیونکہ اگر میں دیر تک تمہیں نہ دیکھ پایا تو یہ بیقراری میرے سے اپنے کھیتوں کی دیکھ بھال سے بھی زیادہ ہوگی اور میں ہر کام چھوڑ کر اسی فکر میں پڑ جاؤں گا۔

## سلمان فارسی کا شرک سے اعراض

غرض میں گھر سے کھیتوں پر جانے کے لئے روانہ ہوا، راستے میں عیسائیوں کے ایک گرجا کے پاس سے گزرا، وہ لوگ اس وقت اندر نماز پڑھ رہے تھے، مجھے ان کی دعائیں پڑھنے کی آوازیں سنائی دیں، چونکہ میرے والد نے ہمیشہ مجھے گھر کی چہار دیواری میں بند رکھا تھا اس لئے مجھے دنیا کے متعلق کسی بھی بات کا پتہ نہیں تھا۔

اب مجھے یہ آوازیں سنائی دیں تو میرے دل میں اس کو جاننے کی کرید پیدا ہوئی میں گرجا کے اندر داخل ہوا تا کہ دیکھوں وہ لوگ کیا کر رہے ہیں، جس کو حضرت سلمان یوں بیان فرماتے ہیں:

"فَلَمَّا سَمِعْتُ أَصْوَاتَهُمْ دَخَلْتُ عَلَيْهِمْ أَنْظُرُ مَا يَصْنَعُوْنَ

فَلَمَّا رَأَيْتُ صَلَاتَهُمْ أَعْجَبَنِيْ وَرَغِبْتُ فِيْ أَمْرِهِمْ" (۱)

---

(۱) البدایۃ والنہایۃ قصۃ سلمان فارسی، ج۲

وہاں میں نے ان کو اپنی عبادت میں مشغول دیکھا تو مجھے ان کی نماز کا یہ طریقہ بہت پسند آیا اور ان کے مذہب سے دل چسپی پیدا ہوئی، میں نے اپنے دل میں کہا خدا کی قسم یہ دین اس سے کہیں بہتر ہے جس پر ہم چلتے ہیں۔

مجھے یہیں کھڑے کھڑے اتنی دیر ہوگئی کہ دن چھپ گیا اس لئے میں نے کھیتوں پر جانے کا خیال چھوڑ دیا، اس کے بعد میں نے ان عیسائیوں سے کہا:

اس دین کے جاننے والے اور عالم کہاں مل سکتے ہیں؟

انہوں نے بتایا کہ ملک شام میں جہاں رومیوں کی عیسائی حکومت تھی اور شہنشاہ قیصر روم حکومت کرتا تھا، غرض اس کے بعد میں واپس اپنے گھر آ گیا مگر مجھے واپسی میں دیر ہو گئی تھی اس لئے میرے والد اپنا سب کام چھوڑے ہوئے پریشان تھے اور میری تلاش میں آدمی دوڑا رہے تھے، جیسے ہی میں گھر پہنچا انہوں نے مجھ سے کہا:

بیٹے! تم کہاں تھے؟ کیا میں نے تم سے جلد واپس آنے کا وعدہ نہیں لیا تھا؟

میں نے کہا: بابا! راستے میں میرا ایک جگہ سے گزر ہوا تھا جہاں کچھ لوگ ایک عبادت گاہ میں نماز پڑھ رہے تھے، مجھے ان کے دین کا یہ طریقہ اتنا پسند آیا کہ میں ان ہی کے پاس بیٹھ رہا یہاں تک کہ دن چھپ گیا۔

انہوں نے عیسائی مذہب سے میری دلچسپی دیکھی تو پریشان ہو کر کہا:

"یَا بنيّ ! لَيْسَ فِيْ هٰذَا الدِّيْنِ خَيْرٌ بَلْ دِيْنُكَ وَدِيْنُ آبَائِكَ خَيْرٌ مِنْهُ" (۱)

بیٹے! ان کے دین میں کوئی بہتری اور اچھائی نہیں ہے بلکہ تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا دین اس سے کہیں بہتر ہے۔

---

(۱) (البدایۃ والنہایۃ قصۃ سلمان فارسی، ج۲)

"قُلْتُ لَا ، وَاللّٰہِ إِنَّہٗ لَخَیْرٌ" (۱)

میں نے کہا: ہرگز نہیں، وہ دین ہمارے دین سے بہت بہتر ہے۔

## سلمان فارسی کا پہلا امتحان

میرے باپ کو میری طرف سے اب یہ خوف ہوا کہ کہیں میں بھاگ نہ جاؤں اس لئے انہوں نے میرے پیر میں زنجیر ڈال کر مجھے گھر میں بند کر دیا، آخر میں نے ان ہی نصرانیوں کے پاس ایک آدمی بھیجا اور کہلایا کہ آپ کے پاس ملک شام سے جب بھی کوئی قافلہ آئے تو مجھے ضرور خبر کرنا۔

## اسلام کی تلاش میں پہلا سفر

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کچھ ہی عرصے کے بعد ان کے یہاں شامی تاجروں کا ایک قافلہ آیا اور انہوں نے میرے پاس اس کی خبر بھجوادی، میں نے جواب میں کہلایا کہ جب وہ قافلہ اپنے کاموں سے فارغ ہو جائے اور واپسی کے لئے تیار ہو تو اس وقت پھر مجھے خبر کرا دینا۔ چنانچہ جب وہ قافلہ واپس ہونے لگا تو انہوں نے میرے پاس خبر بھجوائی۔ میں نے کسی نہ کسی طرح اپنے پیروں سے بیڑیاں نکالیں اور ان سے جا ملا۔ پھر میں ان کے ساتھ ملک شام کو روانہ ہو گیا، وہاں پہنچ کر میں نے لوگوں سے پوچھا:

اس مذہب کا سب سے بڑا عالم کون ہے؟

لوگوں نے کہا: گرجا میں رہنے والا اسقف اعظم یعنی بڑا پادری۔

اسقف عیسائی مذہب کے عالم اور قوم کے مذہبی پیشوا کو کہتے ہیں غرض میں اس کے پاس پہنچا اور بولا مجھے اس مذہب سے دلچسپی ہو گئی ہے اس لئے میری خواہش ہے کہ میں آپ

---

(۱) حوالہ سابقہ

کے پاس رہوں تا کہ اس عبادت گاہ میں رہ کر آپ کی خدمت کرتا رہوں اور آپ سے اس مذہب کی تعلیم بھی حاصل کرتا رہوں اور آپ کے ساتھ عبادت بھی کرتا رہوں۔

اس نے مجھے اجازت دے دی اور میں گرجا میں اس کے ساتھ رہنے لگا اس کے پاس رہ کر مجھے اندازہ ہوا کہ وہ ایک برا اور لالچی آدمی تھا، لوگوں کو صدقات وغیرہ دینے کا حکم دیتا اور خیرات کرنے کی طرف توجہ دلاتا مگر جب لوگ صدقات اور خیرات کا مال تقسیم کرنے کے لئے لا کر اس کو دیتے تو وہ اس مال کو غریبوں کو دینے کے بجائے خود اپنے خزانے میں بھر لیتا تھا، یہاں تک کہ اس کے پاس سونے چاندی سے بھرے ہوئے سات مٹکے جمع ہو گئے مجھے اس کی یہ حرکتیں اور لالچ دیکھ کر اس سے بے انتہا نفرت ہو گئی۔

آخر کار ایک روز وہ پادری مر گیا، عیسائی اس کو دفن کرنے کے لئے وہاں جمع ہوے تو میں نے ان سے کہا: یہ شخص نہایت برا آدمی تھا، آپ لوگوں کو صدقے دینے کی ہدایت کرتا اور خیرات نکالنے کی طرف توجہ دلاتا اور جب آپ لوگ اپنا مال لا کر تقسیم کرنے کے لئے اس کو دیتے تو وہ اس مال میں سے غریبوں کو ایک پیسہ بھی نہیں دیتا تھا بلکہ سارا مال خود ہضم کر لیتا تھا۔

## پادری کا خزانہ

لوگوں نے جب مجھ سے پوچھا کہ تمہیں اس بات کا کیسے پتہ چلا تو میں نے کہا: چلئے میں آپ کو اس کا خزانہ ہی دکھائے دیتا ہوں، اس کے بعد میں نے لوگوں کو لے جا کر اس کا خزانہ دکھلایا اور انہوں نے وہاں سے سونے چاندی سے بھرے ہوئے سات مٹکے بر آمد کئے، ایک روایت یہ ہے کہ وہاں سے تین بڑے مٹکے ملے جن میں تقریباً بیالیس سیر چاندی بھری

ہوئی تھی یہ دیکھ کر لوگوں میں اس کے خلاف سخت نفرت اور غصہ پیدا ہو گیا اور انہوں نے کہا:

خدا کی قسم! ہم اس کی لاش کو اب ہرگز دفن نہیں کریں گے۔

چنانچہ انہوں نے اس پادری کی لاش کو ایک جگہ سولی پر لٹکا دیا اور لوگ اس کو پتھر مارتے ہوئے گزرتے۔

لوگوں نے اس پر نماز بھی نہیں پڑھی حالانکہ یہ راہب بارہ مہینے روزے رکھا کرتا تھا اور شہوت پسندی اور نفسانی عیبوں سے بھی بچتا تھا۔

## ہر مذہب کے علماء کے لئے زہد وقناعت

ایک مذہبی پیشوا اور عالم اگر مال ودولت کے لالچ میں پڑ جاتا ہے تو لوگوں کو اس سے اتنی ہی نفرت بھی ہو جاتی ہے جتنی پہلے عقیدت تھی، چنانچہ کتاب فتوحات میہ میں ہے کہ ہر مذہب کے لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایک بزرگ آدمی کے لئے خاص طور پر دنیا داری سے پرہیز اور بچنا ضروری ہے چنانچہ سب ہی مذہبوں کے علماء کہتے ہیں کہ ہر عقلمند آدمی اپنے آپ کو دنیا یعنی مال ودولت سے خالی رکھنا چاہتا ہے تاکہ وہ اس کے فتنے سے محفوظ رہے جس سے اللہ تعالی نے قرآن پاک میں بھی ڈرایا ہے، وہ آیت پاک یہ ہے:

﴿إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ (۱)

"تمہارے اموال اور اولاد بس تمہارے لئے ایک آزمائش کی چیز ہیں"

## سلمان فارسی کی ایک دوسرے راہب سے محبت

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس راہب کے مرنے کے بعد لوگوں نے ایک دوسرے راہب کو اس گرجا میں اسقف اعظم بنا کر بٹھایا، یہ راہب اتنا

---

(۱) سورۃ التغابن: ۱۵.

نیک تھا کہ میں نے اس سے بہتر اور افضل آدمی نہیں دیکھا، یعنی مسلمانوں کے علاوہ دوسری قوموں میں اس سے زیادہ افضل دنیا کے معاملات میں اس سے زیادہ پارساء آخرت کے معاملے میں اس سے زیادہ عبادت گزار اور دن اور رات میں اس سے زیادہ شریف وپاکباز آدمی میں نے اور کسی کو نہیں پایا، اسی لئے مجھے اس سے اتنی زیادہ محبت ہوگئی کہ اس سے پہلے کبھی کسی سے نہیں ہوئی تھی، میں ایک عرصہ تک اس کے ساتھ رہتا رہا یہاں تک کہ اس کا آخری وقت آپہنچا جب اس کی موت کا یقین ہوگیا تو میں نے اس سے کہا:

میں مدت سے آپ کے ساتھ ہوں اور آپ سے مجھے اتنی محبت ہوگئی کہ اس سے پہلے کبھی کسی سے نہیں ہوتی تھی، مگر اب آپ کے لئے اللہ تعالی کا حکم آپہنچا ہے، اس لئے اب مجھے مشورہ دیجئے کہ آپ کے بعد میں کس کے پاس جا کر رہوں؟

اس نے کہا: میرے بیٹے! خدا کی قسم میں کسی ایسے آدمی کو نہیں جانتا جو اسی راستے پر چلتا ہو جس پر میں ہوں، لوگ بربادی کی طرف جا رہے ہیں، انہوں نے زیادہ تر وہ راستے چھوڑ دیئے جن پر وہ کبھی چلا کرتے تھے اور ان میں تبدیلیاں کر دی ہیں، صرف موصل شہر میں ایک شخص باقی ہے اور وہ فلاں شخص ہے جو اسی راستے پر قائم ہے جس پر میں ہوں۔

## حضرت سلمان موصل کے عبادت خانے میں

چنانچہ اس کے بعد جب وہ راہب مر گیا اور دفن کر دیا گیا تو میں موصل میں اس دوسرے راہب کے پاس پہنچا جس کے متعلق مرنے والے نے مجھے بتلایا تھا میں نے اس کو اپنی کہانی سنائی اور اور بتلایا کہ مرنے والے راہب نے مجھے آپ کے پاس آنے کی ہدایت کی تھی، اس نے مجھے اپنے پاس ٹھہرنے کی اجازت دے دی اور میں وہیں رہنے لگا، میں نے

اس کو اسی راستے پر پایا جس پر وہ مرنے والا راہب تھا، اور میں نے محسوس کیا کہ میں ایک بہترین آدمی کے ساتھ رہ رہا ہوں، آخر ایک دن اس کا بھی وقت آ پہنچا اور جب یقین ہو گیا کہ اب یہ چند گھڑی کا مہمان ہے تو میں نے اس سے کہا:

اے فلاں! فلاں شخص نے مجھے آپ کا پتہ بتلا کر میری راہنمائی کی تھی کہ میں آپ کے پاس آ کر رہوں، اب آپ کے لئے اللہ تعالی کا حکم آ پہنچا ہے اس لئے آپ مجھے وصیت کیجئے کہ میں کس کے پاس جاؤں اور کیا کروں؟

اس نے کہا: میرے بیٹے! خدا کی قسم میری نظر میں اب کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جو اسی راستے پر چل رہا ہو، جس پر میں ہوں، ہاں صرف ایک شخص ہے جو نصیبین کے مقام پر رہتا ہے، وہ فلاں آدمی ہے، تم اس کے پاس جا کر رہنا۔

## حضرت سلمان نصیبین کے عبادت خانے میں

غرض جب یہ راہب مر گیا اور اس کا کفن دفن ہو چکا تو میں نصیبین میں اس تیسرے راہب کے پاس پہنچا، میں نے اس کو اپنا واقعہ سنایا اور بتلایا کہ مرنے والے راہب نے مجھے تمہارے پاس آ کر رہنے کی وصیت کی تھی۔

اس نے مجھے اپنے پاس ٹھہرا لیا اور میں وہیں رہنے لگا، اس کو بھی میں نے ان دونوں مرنے والے راہبوں کے راستے پر ہی پایا اور محسوس کیا کہ میں ایک بہترین آدمی کے پاس رہ رہا ہوں، مگر ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ اس کو بھی موت کا پیغام آ پہنچا، جب اس کا آخری وقت ہو گیا تو میں نے اس سے کہا:

اے فلاں! فلاں نے مجھے فلاں راہب کے پاس بھیجا تھا اور اس فلاں راہب نے

مجھے آپ کے پاس آنے کی ہدایت کی تھی ، اب آپ مجھے کس کے پاس اور کہاں جانے کی وصیت کرتے ہیں؟

اس نے کہا: بیٹے! خدا کی قسم میں ایسے کسی شخص کو نہیں جانتا جو ہمارے راستے پر قائم ہو اور میں تمہیں اس کے پاس پہنچ جانے کی ہدایت کر دوں، ہاں روم کے علاقے میں عموریہ کے مقام پر ایک شخص ہے جو ہمارے ہی راستے پر قائم ہے، اگر تم چاہو تو اس کے پاس پہنچ جاؤ۔

## حضرت سلمان عموریہ کے عبادت خانے میں

اس کے بعد جب وہ راہب مر گیا اور اس کو دفن کر دیا گیا تو میں عموریہ والے راہب کے پاس پہنچا اور اس کو اپنا واقعہ بتلایا، چنانچہ اس نے بھی مجھے اپنے پاس ٹھہرنے کی اجازت دے دی، میں نے یہاں بھی محسوس کیا کہ میں ایک بہترین آدمی کے ساتھ رہ رہا ہوں جو پچھلے تینوں راہبوں کے راستے اور طریقے پر ہی چلتا ہے، یہاں رہ کر میں اپنی محنت سے کماتا بھی رہا یہاں تک میں نے کچھ گائیں اور بکریاں خرید لیں۔

آخر اس راہب کے پاس بھی موت کا بلاوا آ گیا، جب اس کا وقت آخر ہونے لگا تو میں نے اس سے کہا:

اے فلاں! میں فلاں شخص کے پاس تھا، اس نے مجھے فلاں راہب کے پاس جا کر رہنے کی وصیت کی تھی، پھر اس نے اپنے بعد فلاں کے پاس جا کر رہنے کی ہدایت کی تھی اور اس کے بعد اس شخص نے مجھے آپ کا پتہ بتلایا تھا کہ، اب مجھے بتلایئے کہ میں کس کے پاس اور کہاں جا کر رہوں؟

## نبی علیہ السلام کی بعثت کی خبر ایک راہب کی زبانی

اس نے کہا: میرے بیٹے! خدا کی قسم اب میں نہیں سمجھتا کہ کوئی شخص ہمارے اس راستے اور دین پر باقی ہے جس کے پاس میں تمہیں بھیج سکوں، البتہ اب وہ زمانہ بالکل قریب آ چکا ہے جبکہ ایک نبی ظاہر ہونے والا ہے جو ابراہیم علیہ السلام کا دین لے کر آئے گا، وہ نبی عرب کی سرزمین سے اٹھے گا اور اس کی کچھ نشانیاں ہوں گی:

"بِهٖ عَلَامَاتٌ يَأْكُلُ الْهَدِيَّةَ وَلَا يَأْكُلُ الصَّدَقَةَ وَبَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَلْحَقَ بِتِلْكَ الْبِلَادِ فَافْعَلْ" (۱)

وہ نبی ہدیہ کی چیزیں تو کھائے گا لیکن صدقے کا مال نہیں کھائے گا، اور اس کے دونوں مونڈھوں کے درمیان میں مہر نبوت ہوگی، اس لئے اگر تم اس علاقے میں جا سکو تو ضرور چلے جانا۔ اس کے بعد اس کا انتقال ہو گیا اور اس کو دفنا دیا گیا۔

## سلمان فارسی کو اسلام کی کشش مدینے لائی

اس کے بعد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر بنی کلب قبیلے کے تاجروں کے ایک کارواں کا میرے پاس سے گزر ہوا جو عرب کو جا رہا تھا میں نے ان سے کہا: مجھے آپ لوگ اگر اپنے ساتھ سرزمین عرب تک پہنچا دیں تو میں آپ لوگوں کو اس کے بدلے میں اپنی یہ گائیں اور بکریاں دے دوں گا۔

وہ لوگ تیار ہو گئے اور میں نے ان کو اپنی گائیں اور بکریاں دے دیں، وہ لوگ مجھے اپنے ساتھ لے چلے مگر جب وہ مدینہ منورہ کے قریب ایک مقام وادی قری پر پہنچ گئے تو اچانک ان کی نیتیں خراب ہو گئیں اور انہوں نے مجھے زبردستی ایک یہودی کے ہاتھ بیچ دیا،

---

(۱) (البدایۃ والنہایۃ قصۃ سلمان فارسی، ج ۲)

اب میں اس یہودی کے پاس رہنے لگا جہاں میں نے ایک نخلستان دیکھا جبکہ اس چوتھے راہب نے اس نبی کی ہجرت گاہ کے متعلق یہی نشانی بتلائی تھی کہ وہاں نخلستان ہوگا اب میں اس کی تمنا کرنے لگا کہ کاش وہ شہر یہی ہو جس کے متعلق اس راہب نے مجھے بتلایا تھا اور مجھے اب تک اس کا پتہ نہیں چل سکا تھا۔

اسی دوران میں جبکہ میں اس یہودی کے پاس غلام کی حیثیت میں تھا، ایک روز اس کا چچازاد بھائی اس کے پاس آیا، یہ قبیلہ بنی قریظہؔ میں سے تھا اور مدینے میں رہتا تھا، اس نے آکر مجھے اپنے میزبان بھائی سے خریدلیا اور اپنے ساتھ مجھے مدینے لے آیا، خدا کی قسم جیسے ہی میں مدینے پہنچا اور میں نے اس شہر کو دیکھا میں اس کو اس یہودی کی بتلائی ہوئی علامتوں کی وجہ سے پہچان گیا، غرض اب میں یہاں اس یہودی کے ساتھ رہتا رہا۔

اسی دوران میں آنحضرت ﷺ کی نبوت کا ظہور ہو چکا تھا، آپ برسوں تک مکے میں تبلیغ فرماتے رہے لیکن مجھے اس دوران میں آپ کے متعلق کوئی خبر نہیں ملتی تھی کیونکہ میں غلام کی حیثیت سے ہر وقت اپنے کاموں میں لگا رہتا تھا، بالآخر آنحضرت ﷺ نے مکے سے ہجرت فرمائی۔

ایک روز میں اپنے آقا کے باغ میں ایک کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا کچھ کام کر رہا تھا اور میرا آقا اس درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا، اسی وقت اس کا ایک چچازاد بھائی وہاں آیا اور کہنے لگا: اے فلاں! اللہ تعالیٰ بنی قَیلہ یعنی قبیلۂ اوس اور قبیلۂ خزرج کو برباد کردے، اور بہت کچھ برا بھلا کہتے ہوئے کہا: خدا کی قسم اس وقت وہ لوگ قبا کے مقام پر ایک شخص کے پاس جمع ہیں جو آج ہی مکے سے آیا ہے اور یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ نبی ہیں۔

---

یہ سنتے ہی میرے بدن میں کپکپی طاری ہو گئی اور مجھے ایسا محسوس ہونے لگا کہ میں درخت پر سے اپنے آقا کے اوپر گر جاؤں گا، میں فوراً نیچے اتر آیا اور اپنے آقا کے اس چچا زاد بھائی سے کہنے لگا: تم کیا کہہ رہے ہو؟ میرا آقا میرے بولنے پر ایک دم غضب ناک ہو گیا اور اس نے بڑے زور سے میرے ایک طمانچہ مار کر کہا: تجھے اس سے کیا ہے، جا کر اپنا کام کر۔

میں نے کہا: میرا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں، میں صرف اس کی بات کی تصدیق کرنا چاہتا تھا۔

## آنحضرت ﷺ سے ملاقات

اس کے بعد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے پاس کچھ صدقے کی کھجوریں یا چھوہارے رہے ہوں، شام ہوئی تو میں یہ چیزیں لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوا، اس وقت تک آپ مدینے تشریف نہیں لائے تھے بلکہ قبا کے مقام پر ہی ٹھہرے ہوئے تھے، میں آپ کے سامنے پہنچا اور میں نے عرض کیا:

مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ایک نیک آدمی ہیں اور آپ کے ساتھ آپ کے بے وطن ساتھی بھی ہیں جو ضرورت مند لوگ ہیں، میرے پاس یہ چیز صدقہ کے لئے رکھی ہوئی تھی اس لئے میں نے آپ لوگوں کو ہی اس کا سب سے زیادہ مستحق سمجھا۔

آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ اسے کھا لو، لیکن خود آنحضرت ﷺ نے اپنا ہاتھ روک لیا اور اس میں سے کچھ نہیں کھایا، کیونکہ وہ صدقہ کا مال تھا میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ پہلی نشانی ہے جو راہب نے آپ کی نشانیوں میں بتلائی تھی کہ وہ پیغمبر صدقے کا مال نہیں کھائے گا البتہ ہدیہ کی چیز کھا لے گا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد پھر میں حضور ﷺ سے بقیع غرقد کے مقام پر ملا جبکہ آپ ﷺ کسی صحابی کے جنازے کے ساتھ تھے اور اس بار بھی حضرت سلمان نے آپ ﷺ کو کھجوریں پیش فرمائی تھیں اور یہ کہا کہ آپ چونکہ صدقہ نہیں کھاتے تو میں یہ ہدیہ لایا ہوں تو آپ ﷺ نے خود بھی اسے تناول فرمایا اور صحابہ نے بھی تو میں نے سمجھ لیا کہ یہ نبوت کی دوسری نشانی ہے۔

## نبوت کی تصدیق

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں پھر میں تیسری بار آنحضرت ﷺ کے پاس گیا جبکہ آپ بقیع میں تھے اس وقت آپ کے اوپر دو چادریں تھیں اور آپ اپنے صحابہ کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے، میں نے آپ کو سلام کیا اور آپ کی کمر کی طرف گھورنے لگا کہ کیا وہ مہر نبوت نظر آتی ہے جس کے متعلق اس عیسائی راہب نے بتلایا تھا اسی وقت آپ کے مونڈھے سے چادر نیچے سرک گئی اور میری نظر مہر نبوت پر پڑ گئی اور میں نے اس کو دیکھتے ہی پہچان لیا، میں جھپٹ کر آگے جھکا اور اس کو چومنے لگا، اس وقت میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اسی وقت آنحضرت ﷺ نے مجھے سامنے آنے کا حکم دیا چنانچہ میں آپ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا اور اب میں نے آپ کو اپنا واقعہ بتلانا شروع کیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا واقعہ سننے کے بعد خواہش فرمائی کہ آپ کے صحابہ بھی یہ واقعہ سنیں۔

## یہودی ترجمان کی شرارت اور آنحضرت ﷺ کا معجزہ

جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو

آپ کی گفتگو نہ سمجھ سکے، کیونکہ وہ فارسی بولتے تھے اور اس وقت تک عربی نہیں جانتے تھے، چنانچہ آپ نے کسی ترجمان کو بلانے کا حکم دیا تب ایک یہودی تاجر کولایا گیا جو عربی اور فارسی دونوں زبانیں جانتا تھا، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے گفتگوشروع کی تو اس میں آنحضرت ﷺ کی تعریفیں کیں اور یہودیوں کی برائیاں بیان کیں، اس پر یہودی بگڑ گیا اور اس نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی گفتگو کا غلط اور الٹا ترجمہ کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کونعوذ باللہ گالیاں دے رہے ہیں، آنحضرت ﷺ کو بھی یہ سن کرنا گوارا ہوئی اور آپ ﷺ نے فرمایا:

فارس کا یہ شخص کیا اسی لئے آیا ہے کہ ہمیں تکلیف پہنچائے۔

اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور انہوں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی صحیح گفتگو پوری تفصیل سے آپ کو بتلا دی، اب آنحضرت ﷺ نے جو کچھ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا واقعہ سنا تھا وہ تمام کا تمام اس یہودی کو سنا دیا اس پر وہ یہودی حیران و پریشان ہو کر کہنے لگا:

اے محمد ﷺ جب آپ فارسی جانتے ہیں تو مجھے بلانے کی کیا ضرورت تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اس گھڑی سے پہلے بالکل نہیں جانتا تھا بلکہ ابھی مجھے جبرئیل نے بتلایا ہے۔اس پر وہ یہودی فوراً بول اٹھا: اے محمد ﷺ میں اب سے پہلے آپ پر تہمت لگایا کرتا تھا مگر اب مجھ پر یہ بات کھل گئی کہ آپ اللہ تعالی کے پیغمبر ہیں، پھر اس نے کہا:

"أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ"

"یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں

ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ تعالی کے پیغمبر ہیں"۔

اس کے بعد حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اپنی غلامی میں الجھے رہے یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جانے کے باوجود آنحضرت ﷺ کے ساتھ جنگ بدر اور جنگ احد میں بھی شریک نہ ہو سکے، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سب سے پہلے جس غزوہ یعنی آنحضرت ﷺ کی شرکت والی جنگ میں شریک ہوئے وہ غزوہ خندق ہے جس کا نام غزوہ خندق بھی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ہی پڑا کیونکہ مسلمانوں نے ان ہی کے مشورے پر سب سے پہلے اس جنگ میں شہر کے چاروں طرف خندقیں کھود کر دشمن کو آگے بڑھنے سے روکا تھا۔

## سلمان فارسی کا آزادی کے لئے معاہدہ

"فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَاتِبْ يَا سَلْمَانُ فَكَاتَبْتُ مَعَ صَاحِبِی بِثَلَاثِمَائَةِ نَخْلَةٍ أُحْيِيْهَا لَهُ بِالْفَقِيْرِ وَأَرْبَعِيْنَ أُوْقِيَةً" (۱)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سلمان! تم اپنی آزادی کے لئے آقا سے مکاتب یعنی ایک خاص معاہدہ کرلو مکاتبت آقا اور غلام کے درمیان آزادی کی شرط اور معاہدہ کو کہتے ہیں جس میں غلام اپنے آقا سے یہ معاہدہ کر لیتا ہے کہ میں اتنی مدت میں یا اتنا مال وغیرہ اپنی محنت سے پیدا کر کے دوں گا، چنانچہ اگر آقا منظور کرے تو وہ معاہدہ پورا ہونے پر غلام خود با خود آزاد ہو جاتا ہے، اس کو عربی میں مکاتبت کہتے ہیں، اور ایسے غلام کو جس کا اپنے آقا سے یہ معاہدہ ہو گیا ہو مکاتب کہتے ہیں، آنحضرت ﷺ نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو ایسا ہی معاہدہ اپنے آقا سے کرنے کا مشورہ دیا تا کہ وہ آزاد ہو جائیں سلمان فارسی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے آقا سے کھجور کے تین

---

(۱) (البدایۃ والنہایۃ قصہ سلمان فارسی، ج ۲)

سو چھوٹے پودوں کی پود لگانے پر اپنی آزادی کا معاہدہ کرلیا کہ میں ایسے ہی تین سو پودے اس کے لئے اگاؤں، اور پھر ان کو وہاں سے اٹھا کر دوسری جگہ زمین گہہ کر اس میں جماؤں اور پھر ان کے پھل دینے تک ان کی دیکھ بھال کروں، اور چالیس اوقیہ سونا اپنے مالک کو دینا طے کیا جوان پودوں کے علاوہ تھا، جب ان کا اپنے آقا سے یہ معاہدہ ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا:

"أَعِينُوا أَخَاكُمْ" (۱)

"اپنے بھائی کی مدد کرو"۔

چنانچہ اس فرمان کے بعد سب نے میری آزادی کے سلسلے میں میری مدد کی کسی شخص نے مجھے ساٹھ پودے دیئے اور کسی نے بیس دیئے، کسی نے پندرہ پودوں سے مدد کی اور کسی نے اتنے ہی دیدیئے جتنے اس کے پاس تھے، یہاں تک کہ میرے پاس تین سو پودے ہو گئے جو آزادی کی پہلی شرط تھی جبکہ دوسری شرط چالیس اوقیہ سونا تھی۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا جاؤ سلمان! پودے لگانے کے لئے زمین کھودو اور جب گڑھے تیار کرلو تو میرے پاس آنا میں اپنے ہاتھ سے پودے رکھوں گا، چنانچہ میں نے گڑھے کھودے اور میرے ساتھیوں نے اس معاملے میں میری مدد کی، یہاں تک کہ جب گڑھے تیار ہو گئے تو میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپکو اطلاع کی، آپ میرے ساتھ اس جگہ تشریف لائے وہاں پہنچ کر ہم آپ کو پودے اٹھا کر دیتے جاتے تھے اور آپ ان کو اپنے دست مبارک سے رکھتے جاتے تھے جس کی برکت یہ ہوئی کہ ان پودوں میں سے ایک بھی خراب نہیں ہوا بلکہ سب جم گئے۔

---

(۱) (البدایۃ والنہایۃ قصۂ سلمان فارسی، ج ۲)

## آزادی کے لئے امداد

اس طرح میں کھجور کے پودوں کی ادائیگی سے فارغ ہوگیا اور اب مجھ پر صرف مال کی ادائیگی باقی رہ گئی، اس کے لئے رسول اللہ ﷺ کسی کان کا سونا لائے جو مرغی کے انڈے کے برابر تھا، اور ایک روایت میں ہے کہ جو کبوتر کے انڈے کے برابر تھا، شاید اس کی موٹائی مرغی کے اور کبوتر کے انڈے کے درمیان درمیان تھی کہ مرغی کے انڈے سے کچھ چھوٹا اور کبوتر کے انڈے سے کچھ بڑا تھا، اسی وجہ سے اس کی تشبیہ بتلانے میں فرق ہوگیا۔

جب آنحضرت ﷺ یہ سونا لے کر تشریف لائے تو آپ نے میرے متعلق پوچھا:

اس فارسی نے اب تک کیا کیا ہے جس نے اپنی آزادی کا معاہدہ کیا ہوا ہے؟

لوگوں نے اسی وقت مجھے بلایا، جب میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے فرمایا:

سلمان یہ لو! اور تم پر جو رقم واجب ہے اس کا کچھ حصہ اس کے ذریعہ ادا کرو، یعنی اس سونے کے ذریعہ اس مال کا کچھ نہ کچھ حصہ ادا ہو جائے گا۔

یہاں آنحضرت ﷺ نے خود یہ فرمایا ہے کہ اس سونے میں سے تمہارے اوپر واجب مال سب تو نہیں لیکن اس کا کچھ حصہ ادا ہو جائے گا مگر اس کے جواب میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کہا وہ قابل غور ہے کیونکہ انہوں نے کہا:

لیکن یا رسول اللہ! مجھ پر جتنا مال واجب ہے اس کے مقابلے میں یہ سونا کیا کام کرے گا، یہ جواب قابل غور اس لئے ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے قرض کا کچھ حصہ ادا فرما رہے ہیں اگر چہ یہ تھوڑا حصہ ہی ہے، لیکن پھر بھی حضرت سلمان کا یہ جواب یہاں کھٹکتا ہے کہ جبکہ خود آنحضرت ﷺ یہ فرما رہے ہیں کہ اس میں سے تمہارے قرض کا کچھ حصہ ادا ہو جائے گا

تو اس کے باوجود حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے یہ بات کیوں کہی ۔اس کے جواب میں صرف یہ ہی کہا جا سکتا ہے کہ ایسے موقعوں پر وہ رقم جو امداد کے طور پر دی جارہی ہے اگر کل رقم کے مقابلے میں کچھ قابل ذکر حیثیت رکھتی ہے تو عام طور پر قبول کرلی جاتی ہے، لیکن اگر وہ امدادی رقم کل رقم کے مقابلے میں اتنی تھوڑی ہے کہ اس کو کل رقم سے کوئی نسبت نہیں ہے تو عام طور پر اس قسم کی بات کہی جاتی ہے، چنانچہ اس کے جواب میں آنحضرت نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے جو کچھ فرمایا اس میں آپ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ تم جو یہ کہتے ہو کہ اس امداد سے تو کل رقم کا کچھ حصہ بھی یعنی کوئی قابل ذکر حصہ بھی ادا نہیں ہو پائے گا، یہ مناسب نہیں ہے بلکہ اللہ تعالی اس تھوڑی امداد کے ذریعہ ہی تمہاری کل رقم ادا کردے گا کیونکہ یہ ایک نبی کی دی ہوئی امداد ہے اور اس کی برکت ظاہر ہوگی چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بات سلمان فارسی سے اس طرح فرمائی۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے وہ سونا لے لیا اور قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں سلمان کی جان ہے کہ میں نے اس میں سے چالیس اوقیہ تول کران کو دیا اور اس کے بعد بھی اتنا ہی سونا اس میں باقی رہ گیا جتنا میں نے دیا تھا۔ (۱)

اس بارے میں قصیدۂ ہمزیہ کے چند اشعار

وَوُفِّیَ قَدْرُ بَیْضَۃٍ مِنْ نَضَارٍ　　دَیْنُ سَلْمَانٍ حِیْنَ حَانَ الْوَفَاء

کَانَ یَدْعِی قِنا فَاُعْتِقُ لما　　أَیْنَعَتْ مِنْ نَخِیْلِۃٍ الْأَ قْنَاء

أَفَلَا تَعْذُرُوْن سلمان لما　　إِنْ عرتہ من ذکرہ العرواء

یعنی مرغی یا کبوتر کے انڈے کے برابر سونے سے سلمان کا قرض ادا کیا گیا جب کہ

---

(۱) (البدایۃ والنہایۃ قصۃ سلمان فارسی، ج۲)

اس کی ادائیگی کا وقت قریب آگیا اور جو کہ چالیس اوقیہ سونا تھا،

## اسلام سختیاں لے کر آیا ہے

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسلام ناگواریوں اور سختیوں کو لے کر اترا ہے یعنی ناگواریاں اور سختیاں برداشت کرنے سے اسلام کو ترقی ملتی ہے ہم نے سب سے زیادہ بھلائی ناگواری میں پائی، چنانچہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ مکہ سے ہجرت کر کے بڑی ناگواری کے ساتھ نکلے۔

لیکن اللہ نے اسی ہجرت کی وجہ سے ہمیں بلندی اور کامیابی عطا فرمائی، اسی طرح ہم حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ بدر میں گئے تھے اس وقت ہمارا حال وہ تھا جسے اللہ تعالی نے ان آیات میں بیان فرمایا ہے:

﴿وَإِنَّ فَرِيقاً مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ ، يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُوْنَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ" (١)

"اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کو گراں سمجھتی تھی اور وہ اس مصلحت کے کام میں، بعد اس کے کہ اس کا ظہور ہو گیا تھا اپنے بچاؤ کے لئے آپ سے بطور مشورہ اس طرح جھگڑ رہے تھے کہ گویا کوئی ان کو موت کی طرف ہانکے لئے جاتا ہے، اور وہ دیکھ رہے ہیں اور تم لوگ اس وقت کو یاد کرو جب کہ اللہ تعالی تم سے ان دو جماعتوں سے ایک کا وعدہ کرتے تھے کہ وہ تمہارے ہاتھ آجائے گی اور تم

---

(١) سورۃ الانفال: ۵.

اس تمنا میں کہ غیر مسلح جماعت یعنی قافلہ تمہارہ ہاتھ آ جاوے، اور مسلح جماعت قریش کی تھی، مرضی کے بالکل خلاف ہوا تھا، خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے بھلائی کی بھلائی ناگواری میں پائی"۔(۱)

## حضرت خالد بن ولیدؓ کا واقعہ

حضرت خالد رضی اللہ تعالی عنہ یمامہ سے فارغ ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں یمامہ یہ خط لکھا حضور ﷺ کے خلیفہ اور اللہ کے بندے ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف سے حضرت خالد بن ولید کے نام اور ان مہاجرین انصار اور اخلاص کے ساتھ ان کا اتباع کرنے والوں کے نام جو حضرت خالد کے ساتھ ہیں، سلام علیکم، میں آپ لوگوں کے سامنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

امابعد! تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور اپنے دوست کو عزت دی اور اپنے دشمن کو ذلیل کیا اور تمام گروہوں پر اکیلا ہی غالب آ گیا وہ اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا فرمان ہے:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ"(۲)

"اے مجموعہ امت! تم میں جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالی وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو اس اتباع کی برکت سے زمین میں حکومت عطا فرمائے گا جیسا کہ ان سے پہلے اہل ہدایت لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین

---

(۱) مستدرک: ۷/۲۷۔ (۲) سورۃ النور: ۵۵۔

کواللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے"۔

یعنی اسلام اس کو ان کے نفع آخرت کے لئے قوت دے گا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ پوری آیت لکھی اس کے بعد لکھا یہ اللہ کا وعدہ ہے جس کے خلاف کبھی نہیں ہوسکتا اور اللہ کا فرمان ایسا ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر جہاد فرض کیا ہے اور قرآن میں فرمایا ہے:

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ﴾ (۱)

"جہاد کرنا تم پر فرض کیا گیا ہے اور وہ تم کو طبعاً گراں معلوم ہوتا ہے"۔

آیات لکھنے کے بعد لکھا اللہ نے تم سے جو وعدے کئے ہیں وہ سارے اللہ سے پورے کراؤ جس کی صورت یہ ہے کہ اللہ نے ان وعدوں کے لئے جو شرطیں لگائی ہیں تم وہ شرطیں پوری کرو اور اللہ نے جو کام تم پر فرض کئے ہیں ان میں اللہ کی اطاعت کرو چاہے اس میں کتنی مشقت اٹھانی پڑے اور کتنی زیادہ مصیبتیں برداشت کرنی پڑیں اور کتنے دور دور کے سفر کرنے پڑیں اور کتنے مالی اور جانی نقصانات اٹھانے پڑیں کیونکہ اللہ کے اجر عظیم کے مقابلے میں یہ سب کچھ کچھ بھی نہیں۔ اللہ تم پر رحم کرے تم ہلکے ہو یا بھاری ہر حال میں اللہ کے راستے میں نکلو اور مال وجان لے کر خوب جہاد کرو پھر اس کے متعلق آیات لکھیں پھر لکھا غور سے سنو! میں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو عراق جانے کا حکم دیا ہے اور کہا ہے کہ وہاں جا کر میرے دوسرے حکم کا انتظار کرے، لہذا آپ لوگ سب ان کے ساتھ جاؤ اور ان کا ساتھ چھوڑ کر زمین سے مت چمٹو کیونکہ یہ ایسا راستہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ اس آدمی کو بہت بڑا اجر عطا فرماتے ہیں جس کی نیت اچھی ہو اور جسے خیر کے کاموں کا بہت زیادہ شوق ہو۔ جب

---

(۱) سورۃ البقرۃ: ۲۱۶.

آپ لوگ عراق پہنچ جاؤ تو میرے حکم کے آنے تک وہیں رہو اللہ تعالی ہماری اور تمہاری دنیا اور آخرت کے تمام ضروری کاموں کی کفایت فرمائے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (بیہقی)

## مدینہ میں حضور ﷺ کا پہلا خطبہ

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مدینہ میں سب سے پہلا بیان فرمایا اس کی صورت یہ ہوئی کہ آپ ﷺ نے کھڑے ہوکر پہلے اللہ کی شان کے مطابق حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا امابعد اے لوگو! اپنے لئے آخرت میں کام آنے کے لئے نیک اعمال کا ذخیرہ آگے بھیجو تم اچھی طرح جان لو تم میں سے ہر آدمی نے ضرور مرنا ہے اور اپنی بکریاں بغیر چرواہے کے چھوڑ کر چلے جانا ہے پھر اس کے اور اس کے رب کے درمیان نہ کوئی ترجمان ہوگا اور نہ کوئی دربان، اور اس کا رب اس سے پوچھے گا کیا میرے رسول نے تیرے پاس آکر میرا دین نہیں پہنچایا تھا؟ کیا میں نے تجھے مال نہیں دیا تھا؟ اور تجھ پر فضل واحسان نہیں کیا تھا؟ اب بتا تو نے اپنے لئے یہاں آگے کیا بھیجا ہے؟ چنانچہ وہ دائیں بائیں دیکھے گا تو اسے کوئی چیز نظر نہ آئے گی پھر وہ اپنے سامنے دیکھے گا تو اسے جہنم کے سوا اور کچھ نظر نہ آئے گا، لہذا تم میں سے جو اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہی بچا سکتا ہے اسے چاہئے کہ وہ یہ ٹکڑا دے ہی خود بچالے اور جسے اور کچھ نہ ملے تو وہ اچھی بات بول کر ہی خود کو بچالے کیونکہ آخرت میں نیکی کا بدلہ دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ملے گا ، والسلام علی رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

## نبی علیہ السلام کا ایک جامع وعظ

حضور ﷺ نے ایک مرتبہ پھر بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا بات یہ ہے کہ تمام تعریفیں

اللہ کے لئے ہیں میں اس کی تعریف کرتا ہوں اور اس سے مدد طلب کرتا ہوں ہم اپنے نفس کے اور برے اعمال کے شرور سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں ۔جسے اللہ ہدایت دے دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ، سب سے اچھا کلام اللہ کی کتاب ہے وہ آدمی کامیاب ہوگیا جس کے دل کو اللہ نے قرآن سے مزین کیا اور اسے کفر کے بعد اسلام میں داخل کیا اور اس آدمی نے باقی تمام لوگوں کے کلام کو چھوڑ کر اللہ کی کتاب کو اختیار کیا یہ اللہ کی کتاب سب سے عمدہ اور سب سے زیادہ بلیغ کلام ہے جو اللہ سے محبت کرے تم اس سے محبت کرو اور تم اللہ سے محبت اس طرح کرو کہ سارے دل میں رچ جائے اور اللہ کے کلام اور اس کے ذکر سے مت اکتاؤ اور قرآن سے اعراض نہ کرو ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے کیونکہ اللہ تعالی اعمال میں سے جو کچھ پیدا کرتے ہیں اس میں سے بعض اعمال کو چن لیتے ہیں پسند کر لیتے ہیں چنانچہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب کا نام پسندیدہ عمل ، پسندیدہ عبادت ، نیک کلام اور لوگوں کو حلال وحرام والا جو دین دیا گیا ہے اس میں سے نیک عمل رکھا ہے ، لہذا تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور اس سے ایسے ڈرو جیسے اس ڈرنے کا حق ہے اور تم لوگ اپنے منہ سے جو نیک اور بھلی باتیں بولتے ہو ان میں تم اللہ سے سچ کہو اور اللہ کی رحمت کی وجہ سے تم ایک دوسرے سے محنت کرو اللہ تعالی اس بات سے ناراض ہوتے ہیں کہ ان سے جو عہد کیا جائے اسے توڑا جائے ،

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

## ایمان کے بغیر اعمال صالحہ بے وقعت ہے

﴿لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ

مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَأْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ (۱)

''کفار کا شہروں میں آزاد گھومنا پھرنا آپ کو دھوکے میں نہ ڈالے کیونکہ یہ

بے قدر چیز ہے پھران کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے''۔

یعنی کفار کا عمل دخل دنیا میں دیکھ کر فریب مت کھاؤ یہ بہت تھوڑی چیز ہے پھران کا ٹھکانا جہنم ہے جو بہت بری جگہ ہے، شاہ عبدالقادر صاحب فرمایا کرتے تھے کہ تم بھی بڑے حریص ہو جوان کی جاہ وثروت پر رشک کرتے ہو تم کو رحم نہیں آتا کہ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہنے کے لئے ہیں ان کو کچھ تو مل جانے دو۔ دوچار دن تو وہ دل خوش کرلیں پھر جہاں جائیں گے جائیں گے غرض یہ حق تعالی کا کمال عدل ہے کہ ان کی نیکیاں بھی جو دراصل نیکی کہے جانے کے قابل نہیں ہیں کیونکہ ان میں مغز یا جڑ جس کو کہتے ہیں وہ بالکل نہیں ہے وہ جڑ کیا ہے ایمان جب جڑ ہی نہیں تو شاخ کیا ہری ہوگی اور کیا پھلے پھولے گی صرف ایک صورت اور نقل ہے، نیکی کی جیسے کاغذ کے پھول کہ صرف نقل ہے، پھول کی مگر اس نقل کا بھی وہاں اپنے درجہ کے موافق اعتبار کیا جاتا ہے، اور اس پر بھی ثمرہ مترتب کیا جاتا ہے گو جیسی نیکی بے اصل ہے ایسا ہی ثمرہ بھی بے بنیاد دیا جاتا ہے، یعنی دنیا کا کہ چند روزہ ہے اور فنا ہو جانے والا ہے ان کو وہ ثمرہ نہیں ملتا جو اہل ایمان کو ملے گا کہ وہ پائیدار اور غیر فانی ہوگا، اور خود یہ بھی مقتضاء عدل ہی کا ہے کہ اصل اور نقل کو برابر نہ کیا جاوے، غرض نیکی کا ثمرہ ضرور ملتا ہے، مسلمان بہت سے کار خیر کرتے ہیں مگر کوئی ثمرہ نہیں حاصل ہوتا اور کفار کار خیر کرتے ہیں تو فوراً پھلنے پھولنے لگتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ نیکی میں یہ اثر نہیں ہے کہ اس پر ثمرہ مترتب ہوا

---

(۱) سورۂ آل عمران: ۱۹۶، ۱۹۷۔

اس کا خاصہ تو یہی ہے۔

## مسلمانوں کو دنیا میں گناہوں کی سزا ملتی ہے

لیکن نیکی کے ساتھ ہم لوگ بداعمالیاں بھی کرتے ہیں اس کا ثمرہ یہ ہے کہ اس پر سزا دی جائے، اب کوئی کہے کہ بداعمالیاں وہ بھی تو کرتے ہیں تو ان کو بھی سزا ملنی چاہئے میں کہتا ہوں کہ ان کو سزا تو سب سے اشد ملے گی مگر دنیا میں سزا نہ ملنے کی وجہ یہ ہے کہ سب آخرت کے لئے جمع ہو رہی ہے دوسرے اپنوں کی اصلاح مقصود ہوتی ہے اس لئے فوراً تنبیہ کی جاتی ہے اور غیروں کی اصلاح تو مقصود ہوتی نہیں اس لئے ان کی بڑی بڑی خطاؤں پر بھی فی الحال ایسی نظر نہیں کی جاتی۔

غرض اپنوں کے ساتھ برتاؤ اور ہوتا ہے اور غیروں کے ساتھ اور سو کفار کے ساتھ غیروں کا سا برتاؤ ہے اور تمہارے ساتھ اپنوں کا سا، اس وجہ سے ان کی بداعمالیوں پر فی الفور سزا نہیں دیتے اور ان کی نعمت کو سلب نہیں کرتے اور تمہاری بداعمالیوں پر سزا دیتے ہیں او رنعمت سلب کر لیتے ہیں اور ایک عدل اور ہے وہ یہ کہ کفار اگرچہ سب جہنم میں جائیں گے لیکن سب کو یکساں سزا نہیں دی جائے گی کوئی جہنم کے اول طبقہ میں بھیجا جائے گا اور کوئی ساتویں میں جیسے جس کے جرائم ہوں گے، حالانکہ حق تعالی کی شان یہ ہے:

﴿لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ﴾ (۱)

اللہ تعالی جو کچھ بھی کریں کوئی روکنے والا تو کیا کوئی پوچھنے والا بھی نہیں کہ یہ کیوں کیا جس کی یہ شان ہو وہ جو کچھ بھی کرے یعنی سارے کفار کو ساتویں طبقہ میں بھیج دے تو کوئی بول نہیں سکتا نیز حکیم ہونے کے سبب وہ سب بجا اور برمحل ہوتا لیکن حق تعالی ایسا نہیں کرتے

---

(۱) سورۃ الأنبیاء:۲۳.

کفار کے معاملات میں بھی ان کے مراتب کی رعایت رکھی ہے جو اول طبقہ کے قابل ہے اس کو اول طبقہ میں رکھا اور جو ساتویں طبقہ میں رکھنے کے قابل ہے اس کو ساتویں میں، دیکھنے کی بات ہے کہ حق تعالی باوجود مختار مطلق ہونے کے حدود کی کس درجہ رعایت فرماتے ہیں اور ہم بالکل غیر مختار اور پابند لیکن حدود کی رعایت نہیں کرتے حتی کہ اگر خادم سے خطا ہو جائے تو وہ کسی طرح معاف نہیں کرتے بلا سزا دیئے جرمانہ کئے مارے پیٹے غصہ نہیں فرد ہوتا اس کی تمام خدمات نسیاً منسیاً کر دی جاتی ہیں یہ نہیں سوچتے کہ اگر یہی معاملہ حق تعالی ہمارے ساتھ کریں کہ کسی کو بلا سزا نہ چھوڑیں تو ہمارا کیا حال ہوگا حالانکہ ہم خادم کا کر ہی کیا سکتے ہیں، زیادہ سے زیادہ یہ کہ مار پیٹ لیں تنخواہ کاٹ لیں۔

## اختلافِ علما عذر نہیں

غرض یہ بات بہت اچھی طرح ثابت ہوگئی کہ ایمان کی علامت علماء کا اتباع ہے مگر آج کل لوگوں نے یہ ایک حیلہ نکال رکھا ہے اور یہ لفظ زبانوں پر آتا ہے کہ علماء میں سے ہم کس کا اتباع کریں اس لئے کہ ان کے آپس میں خود ہی اختلاف ہے ایک عالم ایک چیز کو جائز کہتا ہے دوسرا ناجائز۔ میں آپ کی اس بات کو مانتا ہوں لیکن میرا کہنا یہ ہے کہ نفس الامر میں یہ صرف کام نہ کرنے کا ایک حیلہ ہے، آپ کا نفس آپ کو دین سے ہٹانا چاہتا ہے، کیوں صاحبو اور بھی تو دنیاوی ضروریات بہت سی ایسی ہیں جن میں اختلاف ہوتا ہے آخر ان میں آپ کیا کرتے ہیں۔

## ایک بیماری میں دو ڈاکٹروں کا بھی اختلاف ہوتا ہے

کیا کسی مرض کے بارہ میں دو طبیبوں کے درمیان یا کسی مقدمہ میں دو وکیلوں کے

درمیان اختلاف نہیں ہوتا پھر آپ ایسی حالت میں اس اختلاف کو کیسے رفع کر لیتے ہیں اور کس طرح علاج اور مقدمہ کی پیروی کرتے ہیں، وہاں تو آپ اختلاف کی وجہ سے نہ علاج چھوڑتے ہیں نہ مقدمہ کی پیروی، بلکہ مخالفین میں سے خوض وغور کے بعد ایک کو ترجیح دے کر اس کام کے لئے منتخب کر لیتے ہیں۔

پس میں اتنا ہی کہتا ہوں کہ جو طریقہ علاج اور مقدمہ کی پیروی میں آپ وہاں اختیار کرتے ہیں اسی طریق کو یہاں بھی کیوں نہیں جاری کرتے، میں اس کی تفصیل میں زیادہ طول نہیں دینا چاہتا، مختصراً آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ جتنی کوشش آپ حکیم ڈاکٹر اور وکلاء کے انتخاب اور علاج معالجہ و مقدمہ کی پیروی میں کرتے ہیں اتنی کیا اس سے آدھی تہائی بھی اگر طلب دین میں کریں گے تو آپ کو حق کا راستہ ضرور مل جائے، دنیا کے بارہ میں تو یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر اطبا اور ڈاکٹروں یا وکلاء کے انتخاب میں غلطی ہوگئی اور کسی اناڑی کے ہاتھ میں پھنس گئے تو ناکامی بھی ہوگی اور جان یا مال کا نقصان بھی ہوگا مگر تلاش دین کے بارہ میں کبھی ناکامی نہیں ہوتی، یہاں تو خطاء اجتہادی پر بھی اجر ہے لوگوں کو خبر نہیں کہ ہمارے گھر میں کیا دولت ہے، شریعت میں سب دولتیں موجود ہیں مگر مشکل یہ ہے کہ ہم لوگ اسے اٹھا کر دیکھتے بھی نہیں ہیں اختلاف میں بھی کسی حالت میں ناکامی نہ ہونے کی اثبات میں ایک حدیث آپ لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

**اللہ کی مدد**

محترم سامعین اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں کہ بے شک ہم اپنے رسولوں اور انکی جو ایمان لے آئے ہیں ہم مدد کرتے ہیں اور ان رسولوں اور اہل ایمان کی مدد دنیا میں بھی کرتے

ہیں اور آنے والا سب سے بڑا دن جس دن ہر آدمی کو مدد کی بڑی ضرورت ہوگی اس دن ہم انکی مدد کریں گے، اللہ کی مدد کا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ وعدے کا سچا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ﴾ (۱)

اور فرمایا کہ

﴿ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا﴾ (۲)

''اور اللہ سے بڑھ کر سچا کون ہوسکتا ہے''

اللہ سے سچی بات کسی کی نہیں ہوسکتی "و من أصدق من الله قيلا" اللہ سے سچا قول کسی کا نہیں ہوسکتا تو اللہ کا قول بات اور فیصلے بھی سچے ہیں اور اسکا جو بھی کلام ہے وہ بھی حق ہے اور سچ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی اس مدد کو اعمال سے جوڑا ہے مدد سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں کہیں بھی کسی بھی مصیبت میں پھس گیا تو یہ دو رکعت نماز نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی مدد فرمائیں گے رزق کی تنگی آگئی ہے تو دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ رزق میں فروانی عطاء کردیتا ہے بیماری میں شفاء عطاء فرمادیں گے کسی دشمن نے گھیر لیا تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو اللہ تبارک وتعالیٰ دشمن سے خلاصی عطاء کردے گا غرض دنیا میں جہاں جہاں انسان کو مدد کی ضرورت ہوتی ہے تو اگر ان اعمال کی پابندی کرے گا جن کا اللہ پاک نے حکم دیا ہے تو ضرور اسکو اللہ پاک کی مدد پہنچتی ہے لیکن اچھی طرح بات ذہن نشین فرمالیں یہ اعمال ہیں جن پر اللہ پاک کی مدد اترا کرتی ہے اگر وہ اعمال زندگی سے رخصت ہوگئے تو نماز روزہ حج بھی موجود نہیں لیکن اسلام کی حقیقت کلمہ "لا الہ الا اللہ" کی حقیقت اس بندے کو حاصل نہیں ہے اور اسلام کی حقانیت اس کے دل میں نہیں ہے تو اللہ کی مدد رکی رہے گی۔

---

(۱) سورۃ آل عمران: ۹۔ (۲) سورۃ النساء: ۸۷۔

مثال جب آدمی باہر بازار سبزی والے پھل والے کے پاس جاتا ہے تو آپ نے دیکھا ہوگا کہ وہاں حقیقت میں بھی پھل ہوتے ہیں اور وہاں پلاسٹک و مٹی کے بنے ہوئے بھی پھل موجود ہوتے ہیں دیکھنے میں دور سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حقیقت میں آم انگور سیب ہیں وہ حقیقت میں پھل نہیں ہوتے بلکہ اس نے ان کے اوپر ایسا رنگ چڑھا دیا کہ دور سے حقیقت معلوم ہوتی ہے تو یہ پھلوں کی صورت تو ہے حقیقت نہیں حقیقت تو وہی ہے جو دو چار وہاں رکھے ہیں لیکن ان میں جو مٹی کے بنے ہوئے ہیں ان میں لذت بھی نہیں ہے مٹھاس رس بھی نہیں ہے ان کا کھانا اور مٹی کا کھانا برابر ہے اور یہ جو دوسرا ہے جو حقیقت میں پھل ہے اس میں رس بھی لذت توانائی سب کچھ ہے بس یہی سمجھ لیں کہ آج ہمارا بھی یہی حال ہے کہ آج ہم صورت کے اعتبار سے تو اسلام میں ہیں لیکن اسلام کی حقیقت سے ہم غافل ہیں۔

## اسلام و کلمہ کی حقیقت کی قدر

حضرت خبیبؓ جب انھیں سولی پر لٹکایا جانے لگا انھیں شھید کیا جانے لگا کیونکہ اسلام کی حقیقت سے یہ لوگ آگاہ تھے تو جب لوگوں نے وہاں ان سے پوچھا کہ کیا آپ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ آج آپ کی جگہ آپ کے ساتھی محمد رسول اللہ کو پھانسی دی جائے اور آپ کو چھوڑ دیا جائیگا تو فوراً ایک دم سے بولے کہ ارے کیا کہتے ہو میں تو یہ بھی گوارا نہیں کرتا کہ نبی کریم ﷺ اپنے گھر میں موجود ہوں اور انکو کانٹا چبھے، مجھے یہ بھی گوارا نہیں یہ جواب اس لئے دیا کہ انکو اسلام کی حقیقت حاصل تھی محمد رسو اللہ کی حقیقت حاصل تھی لا الہ اللہ کی حقیقت حاصل تھی (یہ واقعہ بخاری میں موجود ہے)

حضرت صہیب کا ایک واقعہ آتا ہے آپ نے دیکھا ہوگا کہ عجائب خانوں میں بچوں

کو لے جاتے ہیں وہاں کیا ہوتا ہے شیر بھی تیندوا بھی چیتا وغیرہ بھی موجود ہوتے ہیں انکی کھالوں میں بھوسا بھرا ہوتا ہے تو بہت چھوٹا بچہ ان سے ڈرتا ہے لیکن تھوڑا بڑا بچہ انکی ناک کان میں بھی ہاتھ ڈالے گا دم کو بھی ہاتھ لگائے گا اس لئے کہ اسے معلوم ہے کہ یہ حقیقت نہیں ہے بلکہ شکل وصورت ہے تو ظاہری بات ہے کہ جہاں پر حقیقت صورت کا ٹکراؤ آتا ہے تو وہاں پر حقیقت گالب آجایا کرتی ہے اسی طرح سے اسلام کی ایک حقیقت ہے مال کی ایک حقیقت ہے اور ایک صورت ہے مال آپ کی جیب میں ہے وہ حقیقت ہے لیکن آپ بازار چلے گئے تو وہاں بچوں کے کھیلنے کیلئے نوٹ ہوتے ہیں ان پر لکھا ہوتا ہے بچوں کا کھیل وہ حقیقی پیسوں کی طرح ہوتا ہے لیکن وہ صورت ہے پیسوں کی حقیقت نہیں ہے تو جہاں حقیقت و صورت کا ٹکراؤ آتا ہے آدمی حقیقت کو لے لیا کرتا ہے صورت کو چھوڑ دیا کرتا ہے اس لئے کہ وہ صورت ہے تو صحابہ کرامؓ کی زندگیاں ایسی تھیں کہ اسلام کی حقیقت کو سب چیزوں پر غالب رہتی تھیں اسلام کی حقیقت کے سامنے بیوی کی حقیقت کا ٹکراؤ آگیا مال کا ٹکراؤ بچوں کا ٹکراؤ آگیا یہ سب مغلوب ہو جایا کرتی تھیں اب سنئے حضرت صہیبؓ کا قصہ کہ اسلام کی حقیقت اور دوسری طرف مال کی حقیقت ہے جب ہجرت کرنے لگے تو مال بھی ساتھ لیا تو ظالموں مشرکوں نے کہا کہ اگر آپؓ نے مدینہ ہجرت کرنی ہی ہے تو تنہا اکیلے کر سکتے ہیں مال نہیں لے جا سکتے اسلئے کہ مال آپ نے ہمارے اس شہر سے کمایا ہے وہاں آپ نہیں لے جا سکتے اور دوسری صورت یہ ہوگی کہ اگر آپ کو مال چاہئے تو آپ کو جانے کی اجازت نہیں ہے آپ کو یہاں ہی رہنا پڑے گا تو ایک طرف تو اسلام کی حقیقت اور دوسری طرف مال کی حقیقت تو انھوں نے کیا جواب ارشاد فرمایا کہ ارے بھائی مال تمہیں مبارک ہو میں نے تو ہجرت پر تو جانا

ہی جانا ہے تو اسلام کی حقیقت کو غالب رکھا مثال ایک دوسری مثال لے لیجئے کہ صرف ایک حکم آیا کیا فرمایا کہ:

﴿یاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (۱)

یہ اللہ پاک کے ایک حکم کی قرآن پاک کی حقیقت سامنے آئی اور دوسری طرف یہ شراب کی حقیقت تھی کہ اتنی محبوب تھی یوں سمجھ لیجئے کہ اگر کوئی کہتا کہ فلاں کے گھر میں دو دن سے چولھا نہیں جلا تو کہتے کوئی بات نہیں لیکن اگر کہتا کہ فلاں نے شراب نہیں پی تو کہتے اچھا فلاں بے چارے کے پاس پینے کیلئے شراب بھی نہیں ہے یہ قابل تعجب بات تھی جب یہ حال ہوا تو ایک حکم آیا کہ اس کو چھوٹ دو تو بس جو جام منہ کو لگے ہوئے تھے وہ پھینک دئے جو گھروں میں تھی وہ انڈیل دی اور جو جہاں تک اندر جا چکی تھی جہاں تک ممکن تھا منہ میں انگلیاں ڈال کر اس کو تھوکر کے باہر نکال دیا تو میرے دوستوں بزرگوں وہاں حقیقت اسلام زندہ تھی آج دیکھیں کہ اسلام اللہ تعالیٰ کہ حکم پر اپنی مرغوب چیز کو چھوڑنا گوارا نہیں کرتا وہاں حقیقت زندہ تھی مال صہیبؓ نے چھوڑ دیا اور حقیقت زندہ تھی تو ابو سلمہؓ کو کہا گیا کہ اگر ہجرت کرنی ہے تو اکیلے کرو بیوی کو نہیں لے جا سکتے بچے کو نہیں لے جا سکتے تو انھوں نے یہ سب کچھ بیوی اور بچہ ایک سال تک قربان کر دیا اور سن لیجئے کہ حقیقت اسلام زندہ نہ ہو تو آدمی نیند کو نماز کے لئے قربان نہیں کر سکتا حال آج کے دور میں اس لئے کہ صورت اسلام ہے حقیقت نہیں تو بس دوستو بزرگو یہی عرض کرنی ہے کہ اپنے دلوں میں اسلام کی حقانیت کو زندہ کرو اللہ کی مدد کے جو وعدے ہیں وہ حقیقت پر اترتے ہیں سیر تپر نہیں مثال جب حقیقت اسلام ہوتی ہے تو

---

(۱) سورۃ المائدہ: ۹۰.

یوں ہوتا ہے کہ افطار کا وقت ہے اور تلوار ہاتھ میں ہے تو میدان کارزار ہے اور افطار کے لئے ایک کھجور ہاتھ میں ہے اور کہتا ہے کہ افطار کروں تو تاخیر نہ ہو جائے سامنے جنت کی خشبو آ رہی ہے وہاں جا کر افطار کروں گا دوسری مثال اسلام کی حقیقت جب معلوم ہو تو ایسا ہوتا ہے کہ حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ ہرموک کی لڑائی میں ہیں اور ایک آمی نے کہا کہ اے امیر المومنین میں آپ کی خدمت میں جا رہا ہوں اگر کوئی پیغام ہو تو بتا دیجئے ارشاد فرمایا کہ میری طرف سے آپ ﷺ کو سلام پہنچا دینا اور ان کو یہ میرا پیغام دے دینا کہ جو آپ ﷺ نے وعدے کئے تھے وہ سارے آج ہمارے سامنے ظاہر ہو رہے ہیں اسلام کی حقانیت آج کھل کر سامنے آ رہی ہے ہوا یوں کہ جب ہم نے ان لوگوں کی تعلیمات کو انکے واقعات کو پڑھا تو ان کی زندگیاں اپنے اوپر منطبق کرنا چاہی تو نہ کر سکے ہم نے اسلام پر اعتراض کرنا شروع کر دیے اس لئے کہ ہم نے اپنے آپ کو تو بدلا نہیں تو اللہ کے وعدے اسی بنیاد پر ہیں کہ آپ اپنے اندر تبدیلی پیدا کرو آج ہم نماز کی صورت سے تو آشنا ہیں لیکن کیسے اذان ہوئی سستی کے ساتھ مسجد میں آئے اور تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کر دی تو اللہ معاف کرے ایک مرتبہ بھی اللہ کی طرف دھیان نہیں جاتا یہ نماز کی صورت ہے وہاں نماز کی حقیقت تھی حضرت ابوطلحہ انصاریؓ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے تو ایک چھوٹا سا پرندہ داخل ہوا تو باغ کے گنجان ہونے کی وجہ سے وہ پھڑ پھڑانے لگا اور باہر نہ سکا تو انکے دل میں یہ خیال آیا کہ کیسا گنجان باغ ہے پرندے کو باہر جانے کا راستہ بھی نہ مل سکا تو بس سلام پھیرا اور نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا کہ میں اپنا باغ وقف کرتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیوں آپکی ساری پونجی تو یہی ہے تو عرض کیا بس وقف کروں گا اس لیئے کہ نماز کی حقیقت کے ساتھ باغ کی حقیقت کا ٹکراؤ آ گیا

تو مجھے گوارا نہیں اس باغ کی وجہ سے میری نماز میں خلل آیا ہے تو اب میں اسکو رکھنا گوارا نہیں کرتا اور اس نماز کی حقیقت پر پھر اللہ کی مدد کیسے آتی ہے ایک آدمی راستے پر جا رہا تھا تو راستے میں ایک آدمی ملا اور کہنے لگا کہ میرے پاس سواری نہیں ہے مجھے بھی ساتھ لے جاؤ میں نے بھی وہیں جانا ہے تو جب چلتے چلتے بیابان میں جانے لگے تو اس نے کہا کہ اس راستے سے کیوں جاتے ہو تو وہ دراصل میں ڈاکو تھا تو کہنے لگا کہ یہ راستہ ذرا کم ہے اس لئے اس راستے سے جا رہا ہوں تو جب درمیان میں گئے تو وہاں پر اتر کر کہنے لگا اب اپنا مال بھی دو اور جان بھی دو وہ آدمی کہنے لگا کہ بھائی مال تو لے لو جان تو نہ لو تو کہا کہ نہیں میں تو دونوں لوں گا اس نے عرض کیا کہ اچھا مجھے دو رکعت نماز پڑھنے دو تو اس نے کہا کہ اچھا پڑھ لو تم سے پہلے بھی کئی لوگوں کو قتل کیا ہے وہ بھی یوں ہی کہتے تھے تو اس نے نماز پڑھی تو چونکہ نماز کی حقیقت انہیں حاصل تھی تو سورۃ فاتحہ کے بعد بے ساختہ یہ کلمہ زبان پر جاری ہو گیا کہا :

﴿اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ﴾ (۱)

کون ہے وہ اللہ جو انتہائی پریشان کی مدد کو پہنچتا ہے تو بس یہی کہنا تھا کہ سلام پھیرا تو دیکھا کہ وہ آدمی قتل پڑا ہے تو دیکھا کہ اس کو مارنے والا جا رہا ہے تو بھاگا اور پوچھا کہ بتاؤ تو سہی تم کون ہو تو اس نے کہا میں چوتھے آسمان کا فرشتہ ہوں مجھے اللہ پاک نے تیری مدد کیلئے بھیجا ہے تو آپ نے یہ دعا کی تو اللہ پاک سے اجازت لے کر آیا ہوں اور آپ کی مدد کو پہنچا ہوں تو جب مصیبت میں ہوں تو یوں اللہ کی مدد آیا کرتی ہے آج ہم اسلام کی اس حقیقت سے غافل ہیں آپ نے کبھی مشاہدہ کیا ہوگا کھیتوں میں کسان اپنے کھیت کو بچانے کے لئے دو

---

(۱) سورۃ النمل :۶۲.

لکڑیاں کھڑی کر کے ان پر کپڑا ڈال کر انسان کی شکل بنا دیتا ہے تو کوے چڑیاں آتی ہیں تو دیکھ کر ڈر جاتی ہیں لیکن اگر ایک نے ہمت کر لی تو کھیت میں داخل ہوا تو جب اس کو کسی نے نہیں بھگایا تو وہ دوسروں کے پاس جاتا ہے تو انکو بتاتا ہے تو سارے آ کر کھیت کا ستیا ناس کر دیتے ہیں بس آج یہی مثال ہماری اور غیر مسلموں کی ہے کہ ایک زمانہ تھا کہ جب صحابہ کرام کے دور میں یا بعد میں اسلام کی حقیقت موجود تھی تو وہ ڈرتے تھے کہ انکے پاس قوت ہے یہ موت سے نہیں ڈرتے یہ موت سے ایسے مرغوب ہیں جیسے ہم شراب سے مرغوب ہیں ایک عرصہ تک تو یہ حقیقت اسلام کا سکہ چلتا رہا لیکن کب تک یہ حقیقت چلتی ہے ایک وقت کے بعد پول کھل جایا کرتا ہے اور تاریخ والوں نے لکھا ہے کہ چھٹی ہجری سن ۶ میں تاتاریوں نے مسلمانوں پر یلغار کی اور مسلمانوں پر حملہ کیا تو اس وقت پول کھل گیا کہ اب وہ مسلمان نہیں ہیں جو محمد رسول اللہ کے زمانے میں ہوا کرتے تھے اب ان کے پاس اسلام کی صورت ہے حقیقت نہیں ہے تو عزیز دوستو بزرگو ہم اسلام کی صورت اپنا کر وہ وعدے اللہ پاک سے مانگ رہے ہیں جو صحاب کرامؓ کو حاصل تھے تو ایسا نہیں ہوسکتا اللہ پاک کے ہاں ضابطہ ہے کہ:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا آمِنُوْا﴾ (۱)

کہ اے اہل ایمان ایمان لے آؤ ایمان میں رسوخ حاصل کرو۔

﴿أَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (۲)

"اگر تم میں اسلام کی حقیقت موجود رہی تو پھر ڈنکا تمہارا بجے گا غالب تمہی رہو گے"۔

**واقعہ** خالد بن ولیدؓ جب یرموک میں جانے لگے تو کہا گیا جانتے ہو کہ کتنی تعداد

---

(۱) سورۃ النساء:۱۳۶۔ (۲) سورۃ آل عمران:۱۳۹۔

وہاں کافروں کی تو فرمایا کہ سنا ہے ساٹھ ہزار ہے کہا کہ تم کتنے لے کہ جاؤ گے تو فرمایا کہ اکیلا جاؤں گا تو کہا کہ اکیلے کیسے لڑو گے بالآخر اصرار پر ساٹھ آدمی کے ساتھ چل پڑے تو ساٹھ آدمیوں نے ساٹھ ہزار کا مقابلہ کیا تقریباً پانچ سو آدمیوں کو قتل کیا اور باقی کو بھگا دیا اور فرمایا تھا کہ میں اکیلا ہی لڑوں گا اس لئے کہ میں آپ ﷺ سے سنا ہے کہ

"مَثَلُ الَّذِی یَذْکُرُ رَبَّهُ والذی لَا یَذْکُرُ رَبَّهُ کَمَثَلِ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ" (۱)

فرمایا کہ وہ تو سارے کے سارے مردہ ہیں بے جان ہیں تو جب انسان کو اسلام کی حقیقت حاصل ہوتی ہے اللہ کے وعدے پر یقین آتا ہے جنت کی خوشبو آنے لگتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿یَعْلَمُوْنَ ظَاهِراً مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَافِلُوْنَ﴾ (۲)

کہا کہ آپ کا یہ حال ہو چکا ہے کہ تم صرف ظاہری دنیا سے آشنا ہوں آخرت سے تم غافل ہو چکے ہو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا والآخرةُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی﴾ (۳)

تو میرے دوستو آج ہم نے حقیقت اسلام پر کرنی ہے جب یہ حاصل ہو جائیگی تو ہمیں وہی نصرت حاصل ہوگی جو صحابہ کے ساتھ ہوا کرتی تھی جنکو اسلا، کی حقیقت حاصل ہوا کرتی ہے وہ ڈرا نہیں کرتے واقعہ حضرت سعد بن جبیرؓ کا بڑا عجیب واقعہ ہے تابعین میں انکا شمار ہوتا ہے تو جب انہیں گرفتار کر کے حجاج بن یوسف کے دربار میں لایا گیا تو اس نے انکا پوچھا تو جواب میں فرمایا کہ میرا نام سعد بن جبیر ہے تو حجاج نے کہا کہ نہیں سعید بن جبیر نہیں شقی بن کسیر سعید کا معنی سعید کا معنی خوش بخت اور جبیر کا معنی جوڑنے والا اور شقی کا معنی بد بخت اور کسیر کا معنی توڑ

---

(۱) رواہ البخاری وصحیح المسلم۔ (۲) سورۃ الروم:۷۔ (۳) سورۃ الاعلیٰ:۱۶،۱۷۔

پیدا کرنے والا تو پھر فرمایا کہ میری ماں جانتی ہے کہ انھوں نے میرا یہی نام رکھا ہے تو حجاج نے کہا کہ تو بھی بد بخت ہے اور تیری ماں بھی بد بخت ہے تو فرمایا کہ اس بدبختی کا فیصلہ اس وقت ہوگا جب میں فوت ہوگیا اگر جہنم میں گیا تو بد بخت اور اگر جنت میں گیا تو سعادت مند ہوں گا تو حجاج نے کہا جلادوں سے کہ پکڑو اسے قتل کرو جب قتل کرنے لگے تو کہا لیٹ جاؤ تو خود لیٹ گئے تو قبلہ کی طرف منہ کیا تو یہ کلمات پڑھے

﴿اِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (۱)

وحجاج کو بڑا غصہ آیا کہ میری ہر بات کا جواب بہادری کے ساتھ دے رہا ہے تو کہا اس کا چہرہ زمین کی طرف کردو تو پھر یہ کلمات پڑھے:

﴿ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى﴾ (۲)

بالآخر شہید کردیے گئے اور اللہ کا نام بلند کردیا لیکن ظلم کے سامنے گردن نہ جھکائی اور جب شہید ہوگئے تو بڑا خون نکلا کہ نیچے جگہ لال ہوگئی تو حجاج نے اطبا کو بلایا کہ اسکا خون اتنا کیوں نکل رہا ہے انہوں نے بتایا کہ اس لئے کہ اس کہ دل میں ذرا بھی خوف نہیں تھا کہ جب آدمی ڈرتا ہے تو خوف کی وجہ سے اس کا خون خشک ہوجاتا ہے تو وہ بلکل نہیں ڈرے اس لئے کہ اسلام کی حقیقت ان کو حاصل تھی تو میرے دوستو جب اسلام کی حقیقت حاصل ہوتی ہے تو دنیا کی ساری چیزیں ہیچ ہوجایا کرتی ہیں اس لئے نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا:

"لَو كَانَتِ الدُّنيا تَعدِلُ عندَاللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ
مَا سَقٰى مِنْهَا كَافِراً شَرْبَةَ مَاءٍ" (۳)

(۱) سورۃ الانعام:۷۹۔ (۲) سورۃ طٰہٰ:۵۵ (۳) الترمذی، کتاب الزھد، رقم الحدیث:۲۳۲۰۔

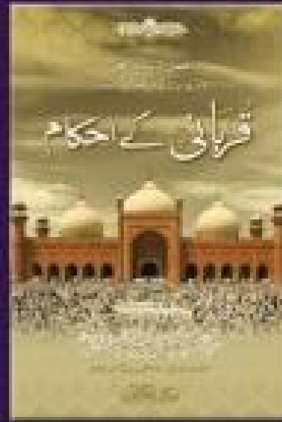
''اگر دنیا کی قدر اللہ تعالی کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو
ایک گھونٹ پانی کا بھی نہ ملتا''

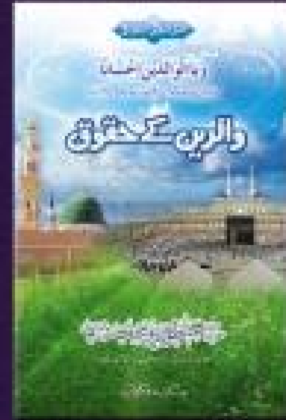
تو اس فرمان کی حقیقت صحابہ کرامؓ کے دلوں میں موجود تھی تو میرے عزیز
دوستو ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی نمازوں و قرآن کی حقیقت کو پہچانیں
وہاں تلاوت کا یہ حال تھا کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا کہ یا رسول
اللہ ﷺ میں رات کو تلاوت کر رہا تھا کہ ایک بادل کا ٹکڑا آیا تو میرا گھوڑا بدکنے لگا تو
ارشاد فرمایا کہ وہ فرشتے تھے وہ قرآن پاک سننے کے لئے آئے تھے اگر آپ پڑھتے
رہتے تو دوسرے لوگ بھی ان کو دیکھ لیتے اور حضرت علیؓ کو نیزہ لگ گیا تو لوگوں نے
نکالنے کی کوشش کری تو درد ہونے لگا تو فرمایا کہ میں نماز شروع کرتا ہوں تم نکال لینا
تو نماز شروع فرمائی تو انہوں نے نکال لیا تو میرے عزیز دوستو یہ حال تھا اسلام کی
حقیقت کا لیکن آج کیا حال ہوگیا ہ ایک زمانہ تک تو اسلام کی صورت چلتی رہی اور
حقیقت مقصود رہی لیکن آج ہم اسلام کی صورت اپنانے سے بھی کتراتے ہیں دور
بھاگتے ہیں تو دوستو بزرگو ہمارا تو یہ ایمان ہے کہ جو اسلام دین نبی کریم ﷺ لے کر
آئے ہیں وہ قیامت تک کے لئے کافی ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ کوئی نیا طریقہ کا دین
ہونا چاہئے تو یہ بالکل غلط سوچ ہے تو اس لئے اسلام کی نبی کی شکل صحابہؓ کی شکل و شبا
ہت سے نفرت نہ ہو بلکہ اس سے محبت ہو اور اگر کسی مجبوری کی وجہ سے نہ اپنا رہا ہو تو
فخر نہ کرے بلکہ ندامت و افسوس کرے یہ ندامت ایک نا ایک دن اس کو اسلام کی

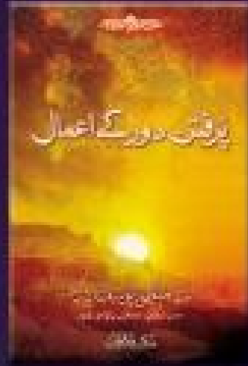
شکل وصورت پر اسکو لے آئے گی۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں اسلام کی حقانیت کو تسلیم کرتے ہوئے اس پر قائم ودائم اور اسی پر استقامت کی توفیق عطا فرمائے۔اور مرتے وقت کلمہ شہادت نصیب فرمائے۔
(آمین)

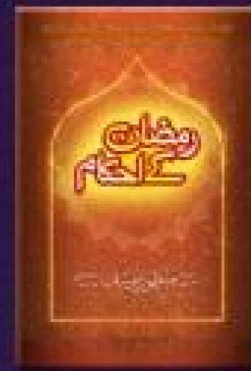
وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين






مکتبہ فکر آخرت



www.fikreakhirat.org

